# سیب کا درخت

انگریزی کے نوبل پرائز یافتہ ادیب

## گالزوردی

کا

شاہکار

جسے مشہور ادیب قاضی عبدالغفار نے اردو کا جامہ پہنایا



پتہ

نیرنگ خیال بکڈپو شاہی محلہ لاہور

۸۹۱.۴۳
۵ م س

# قاضی عبدالغفار کی

## بعض دوسری مشہور تصانیف

۱ لیلیٰ کے خطوط

۲ روزنامچہ (مجنوں کی ڈائری)

۳ سیب کا درخت

۴ تین پیسہ کی چھوکری اور دوسرے افسانے

ملنے کا پتہ

منیجر نیرنگ خیال بجٹ پوشاہی محلہ لاہور

# سیب کا درخت

آج اُن کے ازدواج کی ۲۵ ویں سالگرہ تھی۔ ایشرلٹش اور اُس
کی بیوی اپنی موٹر میں جنگل کے کنارے جا رہے تھے۔ ارادہ یہ تھا
کہ شب ٹارگوآئی میں گزاریں گے۔ جہاں پہلی دفعہ اُن دونوں کی ملاقات
ہوئی تھی۔ اور جہاں اُن دونوں کی محبت کا آغاز ہوا تھا۔ ٹارگوائے میں
شب گذارنے کی تجویز خود اسٹیلا ایشرلٹش کی تھی جس کے خیالات میں اب
بھی جذبات کی کچھ نہ کچھ آمیزش ہوا کرتی تھی۔ باوجودیکہ عرصہ ہوا اُس کی نیلی
آنکھوں کی پھولوں جیسی تازگی، جسم کی رعنائی، چہرہ کی معصومیت اور اس
کا رنگ و روغن جو سیب کے پھول کی سی طراوت، جس نے آج سے ۲۶
سال پہلے کس قدر عجیب طریقہ سے اور کس قدر جلد ایشرلٹش کا دل موہ لیا
تھا۔ اب باقی نہ رہی تھی تاہم اسٹیلا اب بھی ۴۳ برس کی خوش اندام

اور وفادارانہ محبوبہ تھی۔ جبس کے رخساروں پر ہلکے ہلکے خوشنما دھبے پیدا ہو گئے تھے اور جبس کی نیلی آنکھوں میں ایک پیار رنگ سما گیا تھا۔

ایک مقام پر جہاں بائیں طرف سبزہ زار کا دامن اونچا ہو چلا تھا سڑک اور پہاڑیوں کی درمیانی وادی میں جنگل کا ایک ایسا ٹکڑا نظر آیا جس میں دیودار اور کہیں کہیں صنوبر کے سایہ دار درخت تھے۔ اسٹیلا نے موٹر روک لی۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے کوئی جنگل میں ایک اچھا مقام ڈھونڈ ہی تھی۔ خود اٹرٹس اِن فکروں سے بیگانہ تھا۔ نیلے پھولوں والی جھاڑیوں اور پروں کی طرح نرم اور سبز دیودار کی لیموں جیسی مہک میں اسٹیلا نے ٹھہرنے کے لئے ایک مقام پسند کر لیا جہاں گہری وادیاں اور اونچے پہاڑ سب نظر آ رہے تھے۔ اس کو دلکش اور دلفریب مقامات پر بیٹھ کر تصویر کشی کا بہت شوق تھا۔ تصویر کشی کے سامان کا بکس ہاتھ میں اٹھا کر وہ موٹر سے اُتر پڑی۔

"کیوں، فرینک، یہ جگہ تو خوب ہے، ہے نا؟"

ایک ڈاڑھی والا لمبا، لمبی لمبی ٹانگیں، بڑی بڑی آنکھیں جو اگر کبھی کبھی فہم و ادراک کے نور سے چمک اٹھتی ہوں تو بہت خوبصورت معلوم ہوں۔ ناک ذرا ایک طرف کو جھکی ہوئی۔ گھنے بالوں والے ہونٹ ذرا کھلے ہوئے، ۴۸ برس کی عمر، خاموش، سنجیدہ —— یہ اٹرٹس کی صورت

اور حالت تھی۔ اُس نے کھانے کی ٹوکری اٹھائی اور موٹر سے اُتر پڑا
"دیکھنا، دیکھنا، فرینک، یہاں ایک قبر ہے!"
سڑک کے کنارے، جہاں ایک دوسری سڑک، میدان کی طرف سے آکر اس سڑک کو کاٹتی ہوئی اس دروازہ سے گزرتی ہے جو ایک گھنے جنگل کے متصل ہے۔ ایک چھوٹا سا مٹی کا ڈھیر تھا۔ ۶ فٹ لمبا اور شاید اونٹ چوڑا اُس پر گھانس اُگی ہوئی تھی۔ مغرب کے رُخ اُس مٹی کے ڈھیر پر ایک پتھر کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا اور کسی نے اس پر چند پھول بکھیر دئے تھے۔
اشرٹس نے جھجک کر اس مدفن کو دیکھا۔ وہ جو ایک شعریت اس کے وجود میں پوشیدہ تھی وہ متحرک ہوئی۔ چوراہے پر یہ قبر کس کی ہو سکتی ہے سوائے ایسے شخص کے جس نے خودکشی کر لی ہو! بد نصیب انسان فانی، اور اس کے توہمات! یہ بھی جو کوئی اس قبر کے اندر پڑا ہے وہ بہرحال اُن دوسروں سے بہتر حالت میں ہے جو رب سے مکروہ قبروں کے درمیان گھسے ہوئے دبے ہوئے پڑے ہیں۔ یہی غنیمت ہے کہ اس قبر پر وہ لغویات منقوش نہیں ہیں جو قبرستانوں میں منقوش کی جاتی ہیں، کھودی جاتی ہیں چپکائی جاتی ہیں! ایک کھردرا پتھر۔ اُس پر وسیع و لسبیط آسمان کا سایہ، اور مسافروں اور راہرووں کی دُعائیں!!
بغیر کچھ کہے ـــــ وہ خوب جانتا تھا کہ خانگی زندگی میں فلاسفر

بن کر گزر کرنا کس قدر غیر موزوں ہے ——— اس لئے بغیر کچھ کہے آنسرلڈ نے میدان کی طرف قدم بڑھایا۔ ایک دیوار کے سایہ میں اُس نے کھانے کی ٹوکری رکھدی، اپنی بیوی کے لئے ایک قالین بچھا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ تصویر کشی کرتے کرتے جب اُس کی بیوی کو بھوک لگے گی تو وہ خود ہی اُسکی طرف مخاطب ہو جائے گی۔ ایک کتاب جیب سے نکال کر وہ سبزہ کے ایک ٹکڑے پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی سی دیر میں اُس نے ایک باب ختم بھی کر دیا، اور پھر کتاب کو ہاتھ سے رکھ کر آسمان کی طرف تکنے لگا۔ اپنی ۲۵ سالہ ازدواجی زندگی کی سالگرہ کے دن ——— وہ نیلے آسمان پر چمکتے ہوئے بادلوں کو دیکھ رہا تھا ——— آج ۲۵ ویں سالگرہ کے دن، خدا جانے اُس کے دل میں کس چیز کی خواہش تھی! انسان کا نظام ترکیبی، بعض اوقات زندگی کے دروبست میں کس بُری طرح پہنا ہوتا ہے۔ کسی کی زندگی کا اسلوب کتنا ہی ستھرا اور محتاط ہو مگر اکثر سطح کے نیچے ہوس اور خواہش کی ایک دھار بہتی ہوتی ہے اور اندر ہی اندر وہ محسوس کرتا ہے کہ گویا اس کی زندگی ضائع ہو رہی ہے۔ وہ لطف زندگی سے محروم ہے! کیا عورتوں میں بھی اس قسم کا کوئی احساس پیدا ہوا کرتا ہے؟ کسے خبر ہے! اور پھر دوسری طرف دیکھئے تو یہی مرد جو نئی نئی چیزوں اور راحتوں کے لئے اپنی خواہش کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں، نئے میدان ڈھونڈ لینے، نئے نئے لذتوں، نئی تفریحات

نئے خطرات کے لیئے اُن کا شوقِ بے اختیار۔ یہ سب بلاشبہ بجائے زندگی کی مسرتوں سے محروم رکھنے کے اکثر ان مسرتوں کے زیادتی اور بدہضمی میں مبتلا ہوتے ہیں! اس کا کوئی جواب ہی نہیں کہ متمدن انسان بہت بے ڈھنگا، بہت بے جوڑ انسان ہے! اس کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ اُس شخص کے لیئے جس کے اندر ذوقِ حُسن ہے اُس کی پسند کا کوئی باغ ایسا نہیں جس میں "سونا، سیب، اور سرد راگ" میسر ہو۔ زندگی کا کوئی باغ عدن نہیں جس کا لطف حاصل ہو سکے، مسرتوں کا کوئی مستقل بندرگاہ نہیں جہاں اس کی زندگی کا بیڑا آرام لے۔ کچھ بھی نہیں جو اُس حسن کا مقابلہ کر سکے۔ جس کو مصور کا فنِ لطیف گرفتار کر لیتا ہے اور جو ہمیشہ کے لیئے اس طرح مقید کر دیا جاتا ہے کہ اُس کا دیکھنا، اس کا مطالعہ کرنا ہمیشہ وہی سکونِ قلب، مسرت کا وہی ارتفاع، وہی راحت بخش، گو کہ زندگی میں بلا شبہ ایسے لمحات آتے ہیں جو اسی قسم کا حُسنِ ازل رکھتے ہیں — وہی لذت پران جو تغیر مانگے ملتی ہے — مگر مشکل یہ ہے یہ لمحے بمشکل اتنی دیر باقی رہتے ہیں جتنی دیر بادل کا ایک ٹکڑا سورج پر سے گزر جائے! تم ان کو اس طرح باقی نہیں رکھ سکتے جس طرح مصور کا قلم حُسن کو مقید کر لیتا ہے اور کبھی اپنی گرفت سے باہر نہیں جانے دیتا۔ وہ اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح روح کا مطلا اور درخشاں عکس جو فطرت کے آئینہ میں کبھی کبھی نظر آتا ہی

اور پوشیدہ ہوجاتا ہے —— فطرت کی غمگین اور سعید رُوح!
سورج اُس کے چہرہ پر چمک رہا تھا، ایک ہدہد درخت پر بیٹھا ہُوا
اپنی صدا لگا رہا تھا، اور ہوا میں شہد کی سی لذت ملی ہوئی تھی —— اس
مقام پر جب کہ سفید بادل سرسبز پہاڑیوں اور سواب اور وادیوں کے
اوپر گذر رہے تھے، آنٹرلٹس کو ایک جھلک نظر آئی! مگر یہ جھلک کتنی جلد گزر
جاتی ہے۔ جیسے جنگل کی پری، جو چٹان کی آڑ سے جھانکتی ہے اور تم اس کی
طرف نظر اٹھاؤ تو غیب ہوجاتی ہے        یکایک وہ اٹھ بیٹھا
یہ منظر تو نظر آشنا معلوم ہوتا ہے، یہ جھینیوں کا ٹکڑا، وہ سڑک، اُس کی کمر کے
پیچھے وہ دیوار        جب وہ موٹر میں چلے آرہے تھے تو اُس نے ان آثار و
نشانات پر ذرا بھی توجہ نہ کی تھی        اُس کو توجہ کرنے کی عادت ہی
کب ہے        مگر اس وقت اُس کے خیال میں بہت دور کی باتیں آ
رہی تھیں        یا کچھ بھی نہیں        سب دھوکہ ہے، لیکن وہ کچھ دیکھ
ضرور رہا ہے! ۱۶ برس گزرے جب ایک دن وہ اُس گاؤں سے جو اِس
موقعہ سے تقریباً نصف میل ہوگا۔ ٹارکوائی کی طرف روانہ ہُوا تھا، جہاں سے
یوں کہا جاسکتا ہے کہ        وہ کبھی واپس ہی نہ آیا! اُس
کے دل میں درد کی کسک پیدا ہوئی، وہ آج اتفاقاً اپنی زندگی کے گذرے
ہوئے چند ایسے لمحوں سے ٹکرا گیا ہے جن کی لذت اور جن کے حسن کو وہ ہر یک

آج سے ۲۰۶ برس پہلے کر نہ رکھ سکا اور جو اُن کو پھڑ پھڑاتے ہوئے فضائے نامعلوم میں غائب ہو گئے۔ آج اپنے خیالات کے راستہ پر چلتے چلتے اس نے ایک گذری ہوئی اور بھولی ہوئی یاد کے مدفن سے ٹھوکر کھائی اس عہدِ آزادی و طرب کی یاد جو بہت جلد ختم ہو گیا، ہٹ گیا! اس نے گھبرا کر اپنا منہ پھیر لیا اور چھوٹی چھوٹی ہری اور ٹھنڈی گھانس کو تکنے لگا جن میں ننھے پھول اس طرح کھلے ہوئے تھے کہ گویا بکھیر دئے گئے ہیں۔ . . . . . . . .

آج اُس کو یاد آئی عہدِ گذشتہ کی ایک بھولی ہوئی داستان

---

ا

یکم مئی کو، ایک سال کالج میں ساتھ گذارنے کے بعد فرینک اشرلٹ اور رابرٹ گارٹن دونو پیدل اور محض تفریحاً ایک دورہ کرنے نکلے۔ اُس دن وہ برنٹ سے چلے تھے اور چگفورڈ جانے کا ارادہ تھا۔ ابھی وہ راستہ میں ہی تھے کہ اشرلٹ کے گھٹنے میں ایک پرانی چوٹ کی وجہ سے جو کبھی فٹ بال کھیلنے میں لگی تھی، درد ہونے لگا۔ لیکن ابھی ان کو سات میل اور سفر کرنا تھا سڑک کے قریب وہ ایک اونچے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جہاں ایک راستہ جنگل کے پہلو میں سے گذرتا تھا۔ وہ بیٹھے ہوئے سستا رہے تھے۔ اور

اسٹرکلٹ اپنے گھٹنے کو آرام دے رہا تھا۔ وہ اُس ٹیلہ پر بیٹھے ہوئے ساری دُنیا کی باتیں کر رہے تھے۔ جیسے نوعمر اور بے فکر نوجوان کیا کرتے ہیں۔ دونوں کا قد ۶ فٹ سے زیادہ تھا۔ اور دونوں ریل کی پٹریوں کی طرح سوکھے اور سیدھے تھے۔ اسٹرکلٹ کا رنگ زردی مائل، صورت ذرا شاعرانہ، خود فراموش سا، گارٹن ذرا خبطی سا۔ گھٹا ہوا جسم، گھونگر والے بال، جیسے عہدِ قدیم کا ریچھ دونوں کا مذاق ادبی تھا اور دونوں ننگے سر تھے۔ اسٹرکلٹس کے بال چکنے، پیلے حلقہ در حلقہ، بکھرائے ہوئے، اور اس کی پیشانی کے دونوں طرف پھولے ہوئے گویا ہمیشہ وہ آگے کی طرف جھک آتے اور ہاتھ سے اوپر کو پلٹ دیئے جاتے ہیں۔ گارٹن کے بال، گہرے رنگ کا ایک جھنڈ، جس کی گہرائی نامعلوم!

میلوں تک کوئی انسان نظر نہ آتا تھا۔ گارٹن کہہ رہا تھا:۔

"ارے بھائی، رحم کا جذبہ تو درحقیقت جو محض احساسِ خودی کا ایک نتیجہ ہے۔ یہ مرض تو گذشتہ پانچ ہزار برس سے پھیلا ہوا ہے۔ یہ نہ تھا تو دنیا زیادہ پرامن اور مسرور تھی"۔

اسٹرکلٹس نے جس کی نظر آسمان پر بادلوں کے ساتھ ساتھ جا رہی تھی، جواب دیا:۔

پھر بھی یہ جذبہ گویا صدف میں ایک گوہر ہے"۔

"ارے جاؤ بھی! میں تو کہتا ہوں اس دورِ جدید میں ہماری قوم پریشانی

خاطر اسی ترحم کے جذبہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جانوروں کو دیکھو۔ امریکہ کی جنگلی قوموں کو دیکھو، ان کے جذبات محض ذاتی مصائب و تکالیف کے احساس تک محدود ہیں۔ پھر ہم کو، اس زمانہ کے لوگوں کو دیکھو۔ ہمیں دوسرے کے دانت کا درد محسوس کرنے سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ کسی کے دانت میں درد ہو، ہائے، ہائے ہم کریں! کیا اچھا ہو کہ ایک دفعہ پھر ہم عہد قدیم کی طرف لوٹ جائیں۔ کسی کو ہم سے ہمدردی نہ ہو، کسی کا درد ہم محسوس نہ کریں۔ ایسا ہو تو یقیناً انسان زیادہ خوش وقت رہے گا!"

گارٹن نے کچھ سوچتے ہوئے اپنے اودے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کی۔

"مکمل نمو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی شخص نازک مزاج نہ ہو۔ اپنے جذبات کو تشنہ رکھنا غلطی ہے۔ تمام جذبات میں انسانیت کا مفاد مضمر ہے، وہ زندگی کو مالا مال کر دیتے ہیں۔"

"ہاں! مگر جب وہ علو ہمتی کے خلاف ہوں۔ پھر؟"

"اُونہہ، کس قدر انگریزوں کی سی بات کہتے ہو! انگریز کا حال تو یہ ہے کہ جب تم جذبات کا نام لو تو وہ فوراً یہ سمجھ لیتا ہے کہ تم ادنیٰ قسم کی جسمانی اور نفسانی خواہشات رکھتے ہو اور یہ سمجھ کر کہ وہ کس قدر تنفر کا اظہار کرتا ہے۔ یہ قوم جذبات کے نام سے ڈرتی ہے۔ مگر شہوانی خواہشات سے متنفر

نہیں لیشر طیکہ وہ پوشیدہ رہیں، ظاہر نہ ہونے پائیں ؟!!

آشر لٹس نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ ایک چھوٹے سے نیلے پھول کو چٹکی میں سنبھال رہا تھا۔ سامنے درخت پر ایک کوئل کُوکنے لگی۔ آسمان، پھول، پرندوں کی موسیقی ۔ ارابرٹ کیا فضول بکواس کر رہا ہے۔

"یہ جانے دو، یہ سب فضول باتیں ہیں، آؤ چلیں، دیکھیں کہیں ٹھہرنے کی جگہ بھی ملتی ہے یا نہیں ؟"

اشیر لٹس یہ کہہ رہا تھا اور ساتھ ہی سامنے دیکھ رہا تھا کہ ایک لڑکی میدان کی طرف سے اُن کی طرف آ رہی ہے۔ صاف آسمان پر پہاڑیوں کی بلندی کے آخری خط کے اوپر اس لڑکی کا پیکر متحرک نظر آ رہا تھا۔ وہ ہاتھ میں ایک ٹوکری لئے ہوئے تھی اور اُس کے بازو کے خم کے خلا میں آسمان کا ایک ٹکڑا نظر آ رہا تھا۔ آشر لٹس جو حسن کا قدرداں مگر اس وقت تک یہ نہ جانتا تھا کہ اس کے لئے حسن کس طرح دلنواز ہو سکتا ہے، اپنے دل سے کہا "یہ لڑکی کس قدر حسین ہے"۔ ہوا کے جھونکے لڑکی کے سوتی لباس کو اُس کی ٹانگوں سے لپیٹ رہے تھے، اس کے سر کی پرانی ٹوپی کو کبھی اٹھاتے کبھی جھکاتے تھے، اس کی بادامی رنگ کی قمیض پرانی اور بوسیدہ تھی، اُس کے جُوتے پھٹے ہوئے تھے، اُس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ کھُرے اور سخت تھے

اور اُس کی گردن دھوپ کی چمک اور تپش سے گندمی ہو گئی تھی۔ اُس کی چوڑی پیشانی پر اس کے سیاہ بال منتشر ہو کر لہرا رہے تھے۔ اس کا چہرہ چھوٹا سا، اوپر کا ہونٹ پتلا اور نازک جس کے نیچے سے اس کے خوبصورت دانتوں کی ایک جھلک نظر آتی تھی۔ اُس کے ابرو سیدھے اور سیاہ۔ آنکھوں کے اوپر لمبے لمبے، ناک سیدھی۔ مگر آنکھیں عجیب تھیں، خواب آلودہ شبنمی، گویا کہ آج ہی وہ پہلی دفعہ ابھی ابھی کھلی ہیں۔ اس نے اشرکنس کی طرف دیکھا۔ شاید گاؤں کی اس لڑکی کو یہ ننگے سر بے ہنگم سا، لنگڑاتا ہوا آدمی۔ جو اُس کو اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، کچھ عجیب سا معلوم ہوا ہوگا۔ ٹوپی تو سر پر تھی ہی نہیں کہ وہ اس کو سر سے اتار کر سلام کی رسم ادا کرتا

اس نے سلام کے لئے اپنا ہاتھ اٹھایا۔

"کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ اس طرف کوئی ایسا مکان ہے یا نہیں جہاں ہم سب گذار سکیں؟

میری ٹانگ میں درد ہے۔"

"جناب، اس طرف سب سے قریب ہمارا ہی مکان ہے"۔ وہ بہت بے تکلف، بہت شیریں اور تر و تازہ لہجہ میں بات کر رہی تھی۔

"تو پھر وہ کدھر ہے؟"

"ذرا آگے بڑھ کر، جناب، قریب ہی۔

"تو کیا آپ ہم لوگوں کو ٹھہرا سکیں گی؟"

"جی ہاں، ممکن ہے"

"تو پھر آپ مہربانی کر کے ہم کو اپنے مکان کا راستہ بتا دیں"۔

"چلئے، میں چل رہی ہوں"

"اسمرٹس لنگڑاتا ہوا، اور خاموش لڑکی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ مگر گارٹن نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا:۔

کیا آپ ڈیون شائر کی رہنے والی ہیں؟"

"نہیں جناب"

"تو پھر؟"

"میں ویلس کی رہنے والی ہوں"۔

"خوب۔ میں سمجھا تھا کہ شاید آپ اسی طرف کے رہنے والے ہیں۔ تو یہ مکان شاید آپ کا نہیں ہے؟"

"جی، یہ میری چچی کا مکان ہے"۔

"اور آپ کے چچا کا"

"جی، چچا کا تو انتقال ہو چکا"۔

"تو پھر زراعت کا کاروبار کون کرتا ہے؟"

میری چچی اور میرے تین چچیرے بھائی"۔

"مگر آپ کے چچا تو ڈیون شائر ہی کے رہنے والے ہوں گے؟"

"جی ہاں، جناب"

"تو کیا آپ عرصہ سے یہاں رہتی ہیں؟"

"۷ سال سے"

"تو ویلز کے مقابلہ میں آپ اس نواح کو پسند کرتی ہیں یا نہیں؟"

"جناب، مجھے تو اس کا اندازہ نہیں"

"شاید آپ کو اپنا اصلی وطن یاد ہی نہ ہوگا؟"

"جی نہیں، یاد کیوں نہیں، مگر وہ جگہ یہاں سے بالکل مختلف ہے"

"یہ تو آپ صحیح کہتی ہیں"

...تے چلتے اشر ٹس یکایک بولا

...کی عمر کیا ہے؟

...ال، جناب"

...آپ کا نام کیا ہے؟

...لن ڈیوڈ"

...یہ میرے دوست رابرٹ گارٹن ہیں۔ اور میرا نام فرینک اشر ٹس

ہے۔ ہم بکفورڈ جانے کا ارادہ کر کے نکلے تھے"

افسوس کہ آپ کی ٹانگ میں تکلیف ہو گی"

اشٹرٹس مسکرایا، وہ جب مسکراتا تھا تو اُس کا چہرہ حسین ہو جاتا تھا۔

چھوٹے سے جنگل سے گزر کر وہ بلندی سے اُترے اور مکان کے پاس آ گئے۔ یہ ایک نیچی پتھر کی عمارت تھی جس میں چند جھروکے بھی تھے قریب ہی مویشی خانہ کا صحن تھا جس میں مرغیاں چُگ رہی تھیں اور ایک بوڑھی گھوڑی چر رہی تھی۔ مکان کے عقب میں ایک سرسبز چھوٹی سی پہاڑی تھی، جس پر شمشاد اور صنوبر جھوم رہے تھے، اور سامنے ایک پرانا میوہ کا باغ تھا جس میں سیب کے درخت پھول رہے تھے۔ یہ باغیچہ ندی کے کنارے تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک کم عمر لڑکا جس کی آنکھیں ترچھی تھیں چند مویشی چرا رہا تھا۔ اور دروازہ پر ایک عورت کھڑی تھی جو ان لوگوں کو آتے دیکھ کر آگے بڑھی۔ لڑکی نے کہا:-

"یہ مسٹر نارا کومب ہیں، میری چچی"

"میری چچی" کی آنکھیں تیز اور سیاہ، ایسی تھیں جیسی بچوں والی بط کی اور اسی قسم کا سانپ کا سا پیچ ان کی گردن میں تھا! اشٹرٹس نے سلسلہ کلام شروع کیا:-

آپ کی بھتیجی ہم کو راستہ میں مل گئیں انہوں نے ہم کو امید دلائی کہ شاید آپ ہم کو رات بھر اپنے مکان میں ٹھہرا سکیں"۔

مسز نارا کومب نے سر سے پاؤں تک دونوں مسافروں کو دیکھا اور کہنے لگیں :-

"جی ہاں، آپ ٹھہر سکتے ہیں، بشرطیکہ ایک ہی کمرہ میں آپ دونوں گذر کر لیں میگن جا، زاید کمرہ کو درست کر دے اور ایک پیالہ بھر بالائی بھی منگا لے۔ آپ لوگ چا، تو ضرور پینا چاہتے ہوں گے؟"

ایک برساتی میں سے گذر کر جس کے دونوں طرف سرو کے دو درخت تھے۔ لڑکی مکان کے اندر چلی گئی اس کی طاؤسی ٹوپی سبز سرو کے عکس میں چمکتی ہوئی۔

"آئیے اندر آئیے ' ذرا اپنی ٹانگ کو آرام دیجئے، آپ لوگ غالباً کسی کالج میں تعلیم پا رہے ہیں"؟

"ہم کالج میں تھے مگر اب فارغ ہو چکے ہیں"۔

مسز نارا کومب نے بہت فہمیدہ انداز سے سر ہلایا۔

نشست کے کمرے کا فرش اینٹوں کا تھا۔ اس میں ایک میز تھی جس پر میز پوش نہ تھا، چند چمکتی ہوئی کرسیاں تھیں اور ایک گدے دار کوچ جس کے گدے میں گھوڑے کے بال بھرے ہوئے تھے اور جو ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ گویا کبھی استعمال نہیں کیا جاتا۔ اس قدر نیا اور صاف یہ سب کمرہ کا سامان تھا۔ اشرسٹ فوراً

کوچ پر دراز ہو گیا، اُس نے اپنا مفروب گھٹنا اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا اور مسز نارکوٹ اس کو بغور دیکھنے لگی۔ اسٹرٹش عمل کیمیا کے ایک سابق پروفیسر کا بیٹا تھا اور لوگ اس نوجوان کے اندر ایک شان امارت پاتے تھے۔ اس لئے کہ اس کی فطری بے پروائی اور بے فکری اکثر اس کو دوسرے لوگوں کے وجود سے بے خبر رکھتی تھی۔

"یہاں کوئی ندی ہے جس میں ہم ذرا نہا لیں؟"

"جی ہاں، ہے تو ایک چھوٹی سی ندی، مگر پانی بس اتنا ہے کہ آپ بیٹھ جائیں تب بھی پورا جسم پانی سے نہ ڈھکے۔

"کتنی گہری ہوگی؟"

"شاید ڈیڑھ فٹ کے قریب۔"

"خیر یہ تو ٹھیک ہے، ذرا بتائیے کدھر کو جائیں۔"

اس گلی میں سے داہنے ہاتھ کی طرف سے دوسرے دروازہ سی نکل کر جائیے، اُس بڑے سیب کے درخت کے پاس جو بالکل اکیلا کھڑا ہے پوکھر ہے اس میں مچھلیاں بھی ہیں، اگر تم ان کو ہاتھ سے گدگدا سکو۔"

"ہم تو کیا شاید وہی ہم کو گدگدائیں گی۔"

مسز نارکوٹ مسکرائیں۔

آپ لوگ جس وقت واپس آئیں گے تو چائے تیار رہے گی۔

اس تالاب کی تہ میں جو ایک چٹان میں پانی کا راستہ بند کر کے بھر آگیا تھا رہتا ہی رہتا تھا، اور سیب کا وہ درخت جو سارے باغیچہ میں سب سے زیادہ جھکا ہوا تھا اس قدر نیچا تھا کہ اس کی شاخیں بالکل پانی پر لٹک رہی تھیں۔ سارا درخت پتوں سے لدا ہوا تھا اور خوب پھول رہا تھا۔ اس کی سرخ کلیاں چٹکتی جاتی تھیں۔ مگر اس تنگ حمام میں بہ یک وقت ایک آدمی سے زیادہ کے نہانے کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے اشرٹس اپنی باری کا انتظار کرنے لگا۔ وہ بیٹھا ہوا اپنے گھٹنے کو ملتا جاتا تھا اور اس خودرو سبزہ کی سیر کرتا جاتا تھا جس کے قریب چٹانوں پر جنگلی پھول اور صنوبر کی جھاڑیاں ایک اونچے ٹیلے کو ڈھکے ہوئے تھیں۔ ہر شاخ جھول رہی تھی۔ ہر پرند اپنی موسیقی میں مست تھا اور سورج کی اڑتی کرنیں سبزہ پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اشرٹس کو عہد قدیم کی داستانیں چاندنی میں اس زمانہ کی سیمیں آنکھوں والی چھوکریاں اور خدا جانے کیا کیا یاد آیا۔ اس وقت وہ ساری دنیا کی باتیں بھولا ہوا تھا۔ وہ اپنے دل کو کس قدر مسرور پاتا تھا۔

۲

چائے نوشی شروع ہوگئی، چائے بہت مزیدار اور پرتکلف تھی، اُس

کے ساتھ انڈے، بالائی، مربہ۔ پتلے پتلے تازہ زعفرانی کیک، غرض کہ گارٹن
کی زبان چلنی شروع ہوئی۔ وہی انگلستان کے قدیم باشندوں کا
تذکرہ۔ گارٹن کو یقین تھا کہ خود اس کی رگوں میں قدیم باشندوں کا خون
موجود ہے۔ اس لئے جب اس کو یہ گمان گزرا اس گھر میں اسی نسل کے کچھ
آدمی ہیں تو پھر اسے چین کہاں۔ ایک گدے دار کرسی پر پڑا ہوا، ہاتھ کا بنا
ہوا ایک سگریٹ اس کی باچھ میں چپکا ہوا، وہ اپنی تیز آنکھوں سے آنسٹرس
کے سوئیاں چبھو رہا تھا اور ویلز کی چوٹیوں کا تذکرہ کئے جاتا تھا۔ ویلز کی
وادیوں سے نکل کر انگلستان کی سرزمین پر قدم رکھنا ہے۔ بالکل ایسا
ہے جیسے خالص چینی کے برتنوں میں کھاتے کھاتے بجائے مٹی کے موٹے
برتنوں میں کھانا شروع کر دینا! فرینک بدتمیز انگریز
وہ ویلز کی اس لڑکی کی جذباتی وسعت اور سلیقہ کو کیا سمجھ سکے، اپنے سر
کے بھیگے بالوں کو ہلا ہلا کر وہ اس نکتہ کی وضاحت کر رہا تھا کہ یہ لڑکی
بیسویں صدی میں ویلز کے قدیم شاعر مارگن اپ
خدا جانے پورا نام کیا ہے کے تخیل کا کیا عجیب نمونہ ہے!
ادھر آنسٹرس کوچ پر لمبا لمبا لیٹا ہوا اس طرح کہ کوچ کے
طول سے اس کا جسم تجاوز کئے ہوئے ایک پرانا پائپ پی رہا
تھا اور اپنے کسی خیال میں گارٹن کی بک بک سے بالکل بے خبر تھا۔ وہ

اُس کی لڑکی کے چہرہ کا تصور کر رہا تھا، اس کے چہرہ کی اس وقت کی کیفیات کو یاد کر رہا تھا جب وہ کیک سے بھری ہوئی رکابیاں لے کر آئی تھی۔ اس وقت جب وہ چھوکری اس طرح کمرہ میں آئی، یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ گویا ایک تازہ پھول یا فطرت کے کسی حسین منظر کو دیکھ رہا ہے تاآنکہ اُس نے یکایک ایک پھریری لی اور آنکھیں نیچی کر کے ڈرپوک چوہے کی طرح کمرہ سے نکل گئی۔ "چلو باورچی خانہ میں چل کر بیٹھیں" گارٹن نے کہا۔ "ذرا اس چھوکری سے کچھ اور ملاقات رہے"۔

باورچی خانہ کی دیواریں سفید تھیں، چھت میں موٹی موٹی کڑیاں تھیں ان کڑیوں میں دھوئیں سے پکائے ہوئے گوشت کے ٹکڑے لٹک رہے تھے، کھونٹیوں پر بندوقیں، عجیب عجیب صورت کے پیالے، چینی کے برتن اور ملکہ وکٹوریہ کی ایک تصویر، یہ سب چیزیں جابجا لٹکی ہوئی تھیں، چھت کے نیچے ایک ڈوری میں پیاز کی گانٹھیں آویزاں تھیں، اس ڈوری کے نیچے، کمرہ کے وسط میں ایک میز بچھی ہوئی تھی، جس پر پیالے اور چمچے رکھے ہوئے تھے۔ دو کتے اور تین بلیاں بھی اِدھر اُدھر پڑی ہوئی تھیں۔ آتشدان کے ایک جانب دو سیدھے سادھے کم عمر لڑکے بیٹھے ہوئے تھے، دوسری جانب ایک فربہ، ہلکی نیلے رنگ کی آنکھ اور سرخ چہرہ والا نوجوان بیٹھا ہوا تھا جس کے بال اور

آنکھوں کے ڈورے بالکل اس پتلی ڈوری کی مثل تھے جس سے وہ بندوق کی نال صاف کر رہا تھا۔ ان سب کے درمیان مسز ناراگو سب کبھی سوچ میں بیٹھی ہوئی کھانے کی بڑی دیگچی میں آہستہ آہستہ چمچا ہلا رہی تھی۔ دو اور نوجوان، ترچھی آنکھوں، سیاہ بالوں والے جن کے چہرہ پر چینی اور جاپانی کی برستی تھی۔ اُن دونوں چھوٹے لڑکوں کے ہم شکل، دیوار سے تکیہ لگائے لوٹ رہے تھے۔ اور ان سب کے علاوہ ایک پستہ قد، پکی عمر کا، ڈاڑھی مونچھ منڈا ہوا شخص ایک دریچہ کے سامنے بیٹھا ہوا کسی رسالہ کے پورانے پرچہ کا مطالعہ کر رہا تھا۔ ان سب میں صرف وہی ایک چھوکری تھی جو کام میں مصروف نظر آتی تھی۔ سیب کی شراب وہ قرابہ میں سے چھوٹی صراحیوں میں نکال نکال کر میز پر رکھتی جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر کہ یہ لوگ ابھی کھانا کھانے کی تیاری کر رہے ہیں گگارٹن نے کہا:-

"معاف کیجئے اجب آپ لوگ کھانا کھا چکیں گے تب ہم آئیں گے" اور جواب کا انتظار کئے بغیر دونوں پھر نشست کے کمرہ میں واپس آ گئے لیکن باورچی خانہ کی آرام دہ گرمی، گرم گرم کھانے سے بسی ہوئی ہوا اتنے آدمیوں کا اجتماع۔ اس سب کے مقابلہ میں اس کو نشست گاہ کا خالی کمرہ بہت سوں سال معلوم ہوتا تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے وہ پھر اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

بالکل چینی نسل سے معلوم ہوتے ہیں ۔ وہ دونوں چھوٹے لڑکے سیکسن نسل کا تو وہی ایک آدمی معلوم ہوتا تھا جو بندوق صاف کر رہا تھا اور چھوکری تو نفسیات کے نقطۂ نظر سے قابل مطالعہ ہے"۔

آنسرٹش نے اپنے ہونٹ سکیڑے ! اس کی نظر میں اس وقت گارٹن محض گدھا معلوم ہوتا تھا۔ مطالعہ ! نفسیاتی مطالعہ ! گدھا، کہیں کا ! وہ چھوکری تو ہرے بھرے جنگل کا ایک خودرو پھول ہے۔ اس کو دیکھا کیجئے اس کو دیکھ کر اپنی روح کو تازہ کیا کیجئے، اور بس ۔ مطالعہ ! ہوں مطالعہ کی دُم !

مگر گارٹن کو کیا خبر کہ آنسرٹش دل ہی دل میں کیا کہہ رہا ہے، وہ تو اپنی کہے گیا :۔

"جذباتی حیثیت سے یہ لڑکی حیرت انگیز ہے ۔ ہے نا ؟ بس ذرا اس کے جذبات کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے"۔

"تو آپ اس کے جذبات کو بیدار کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں —— کیوں جناب ؟"

انسرٹش نے چڑیا کر کہا، گارٹن نے بغور اس کے چہرہ کو دیکھا، دیکھ کر مسکرایا،

"کیسے مکروہ خیالات رکھتے ہو، کیسے ناتراشیدہ ہو ——— ہونہہ

آخر انگریز!"

مگر ہنٹرلس اپنے پائپ سے کش لے لے کر دھوواں اُڑاتے گیا۔ بیدار کرنے والا تو دیکھو! خدا جانے یہ گدھا اپنے کو کیا سمجھتا ہے!

ہنسٹرٹس نے دریچہ کھول دیا اور جھک کر باہر دیکھنے لگا، شام ہو چلی تھی، اندھیرا بڑھتا جاتا تھا۔ در و دیوار دھندلے نظر آنے لگے تھے، سامنے باغ میں سیب کے درخت، دھندلے اور ویران اور خاموش نظر آرہے تھے، باورچی خانہ کے آتشدان سے لکڑیوں کے جلنے کی سوندھی سوندھی خوشبو آرہی تھی۔ ایک پرند جس کو بسیرا کرنے میں دیر ہو گئی تھی، رُک رُک کر کچھ ایسی آوازیں نکال رہا تھا کہ گویا وہ اس قدر جلد اندھیرا ہو جانے سے بہت حیران و متعجب ہے۔ اصطبل سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے دانہ کھاتے وقت گھوڑا زمین پر ٹاپیں مارتا ہے۔ دور سے پہاڑیاں، اُڑی اُڑی اور کھوئی ہوئی نظر آرہی تھیں، اور اُن سے بھی دُور، بہت دُور، بہت ہی دور ٹمٹماتے ہوئے ستارے جن میں ابھی پوری روشنی پیدا نہ ہوئی تھی گہرے نیلے آسمان کی سطح پر سفید چمکتے ہوئے نقطے معلوم ہوتے تھے۔ ایک الّو کی کپکپاتی ہوئی آواز بھی آرہی تھی —— ہنسٹرٹس نے ایک لمبا سانس کھینچا —— باہر پھرنے کے لئے کیا عجیب اور پر لطف رات ہے —— باہر گلی میں تین گھوڑوں کے چلنے کی آواز آئی، اُن کے

گھروں میں غالباً مقفل نہ تھے ۔ وہ غالباً دن بھر محنت کر کے اب اپنے
گھروں کی طرف جا رہے تھے ، دیوار کے پاس اُن کے عیالدار سر دروازہ
کی چوکھٹ سے اونچے نظر آئے ، اشٹرٹس نے اپنے پائپ سے دریچہ
کے چوکھٹ پر ایک تھپکی دی ، تھپکی کی آواز اور پائپ کی چنگاریوں کے
اڑنے سے پھڑک کر وہ گھوڑے بھاگ نکلے        ایک چمگادڑ پھڑپھڑاتی
اور "چپ" "چپ" کرتی ہوئی گذر گئی        اشٹرٹس نے ایک ہاتھ
کھڑکی کے باہر پھیلایا ، اُس کی ہتھیلی پر شبنم کی نمی محسوس ہوئی ۔ دفعتہً
اوپر کی منزل سے لڑکوں کی گھٹی گھٹی اور دھیمی دھیمی آوازیں آنے لگیں
چھوٹے چھوٹے جوتوں کی کھٹ کھٹ ، اُسی کے ساتھ ایک نرم اور شیریں
آواز        اُس چھوکری کی آواز جو غالباً بچوں کو ان کے بستروں پر
سلانے لائی تھی ۔        وہ کہہ رہی تھی "نہیں ، نہیں ، رک تم بلی کو
اپنے بستر میں نہیں سلا سکتے"        پھر کچھ دوڑ بھاگ ، ایک ہلکا
سا طمانچہ        ہنسی کی دھیمی آواز        ایسی کہ اشٹرٹس
نے اپنے جسم میں ایک کپکپی محسوس کی !

سب سے آخر میں پھونک مارنے کی آواز
موم بتی جو شام کی ظلمت میں ایک روشن انگلی کی طرح نظر آتی تھی
بجھا دی گئی        اور ہر طرف خاموشی چھا گئی ! اشٹرٹس

دریچہ سے ہٹ کر اپنی کرسی پر آبیٹھا، اس کے گھٹنے میں درد تھا اور اس کی روح کچھ افسردہ تھی!

"جاؤ تم باورچی خانہ میں جاؤ          میں تو اب سوتا ہوں!"

---

۳

اشٹرلٹس کو ہمیشہ نیند بہ آسانی، جلد اور بغیر کوشش کے آیا کرتی تھی، لیکن اُس رات کو جب گارٹن کمرہ میں آیا تو اشٹرلٹس گو بظاہر اس طرح پڑا ہوا تھا کہ گویا غافل سو رہا ہے۔ مگر بالکل بے خواب اور ہوشیار تھا۔ اور جب گارٹن اپنے بستر میں لیٹ کر اس نیچی چھت کے کمرے کی ظلمت کی پوجا اپنی اُٹھی ہوئی ناک سے کرنے لگا۔ تب بھی اشٹرلٹس پڑا ہوا الّو کی آواز سن رہا تھا۔ قطع نظر گھٹنے کی تکلیف کے جو کچھ زیادہ نہ تھی زندگی کے تردّدات کبھی اس نوجوان کی نیند خراب نہ کرتے تھے، درحقیقت اس کی زندگی میں تردّدات کچھ بھی نہ تھے۔ اس نے حال ہی میں وکالت کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ اپنی عملی زندگی کے متعلق وہ بہت کچھ توقعات رکھتا تھا۔ دنیا کا وسیع میدان اس کے سامنے تھا ماں باپ مر چکے تھے۔ چار سو پونڈ سالانہ اس کی ذاتی جائیداد کی آمدنی تھی۔ پھر اس کو کیا فکر ہو سکتی تھی کہ کہاں جائے گا، کیا کرے گا، کب کرے گا اور وہ اس نیچی چھت کے نیچے

پڑا ہوا، رات کی سوہانی خوشبوؤں کو سونگھ رہا تھا جو اس کے سرہانے کی کھلی ہوئی کھڑکی سے آرہی تھیں، سوائے اس تھوڑی سی بدمزگی کے جو اُس کے اپنے دوست سے پیدا ہو گئی تھی اور کسی دوست کے ساتھ تین شبانہ روز اور راہ گروی کرنے کے بعد ایسا ہو جائے تو تعجب بھی نہیں

اس شب میں اشرٹس کے خیالات و افکار نیند اچٹ جانے کے بعد بھی، خوشگوار، آرزومندانہ اور دلچسپ تھے۔ پڑے پڑے اُس کے خیال میں جو نقشہ جم رہا تھا وہ بہت صاف مگر قدرے بے سبب تھا، اس سے کہ جو چیز اس کے تخیل میں آرہی تھی۔ اس کو بغور اس نے دیکھا بھی نہ تھا۔ یعنی اس نوجوان کا چہرہ جو باورچی خانہ میں بندوق صاف کر رہا تھا۔ اُس کی گہری اور گھبرائی ہوئی نظر جو اُس نے پہلے دروازہ پر اور پھر اُس لڑکی پر ڈالی وہ اس طرح شاید رات بھر تصور کی دُنیا میں رہا دریچہ کے چوکھٹ میں ظلمت کا مربع ہلکا ہونے لگا اور اس نے آنے والے دن کے ابتدائی نور کو اس کے اندر سے چھن چھن کر آتے دیکھ لیا! پھر اُس نے کوے کی رکتی ہوئی کائیں کائیں بھی سنی۔ پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ پھر کسی پرندے نے اس طرح دھیمی آواز میں اپنا گیت شروع کیا کہ گویا وہ ابھی بیدار ہوا ہے۔ پوری طرح بیدار نہیں ہوا ہے اشرٹس کھڑکی کے خلا میں صبح کی روشنی کو دم بدم تیز ہوتے دیکھ رہا تھا

اور دیکھتے ہی دیکھتے سو گیا۔

دوسرے دن اس کا گھٹنا بہت سوج گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں پیدل سفر کا ارادہ ترک کر دینا پڑا۔ مگر گارٹن کو دوسرے دن لندن پہنچنا ضروری تھا، وہ جب دوپہر کو رخصت ہونے لگا تو اُس کے لبوں پر ایک طنز آمیز مسکراہٹ تھی۔ جس نے اٹنر ٹس کے دل میں ایک چبھن پیدا کر دی۔ مگر وہ چبھن اسی وقت ختم بھی ہو گئی جس وقت اُس نے گلی کی نکڑ پر گارٹن کو مڑتے دیکھ لیا، دن بھر اٹنر ٹش برساتی کے قریب سبزہ زار کے ایک ٹکڑے میں ایک سبز رنگ کی کرسی پر بیٹھا ہوا اپنے گھٹنے کو آرام دیتا رہا۔ سورج کی شعاعیں درختوں کے سبز پتوں میں سے چھن چھن کر آرہی تھیں اور منقع کی پھولی ہوئی جھاڑیوں کی خوشبو اس کے دماغ میں سکون پیدا کر رہی تھی کس مزے سے وہ کرسی پر پڑا ہوا خدا جانے کیا کیا خوابیں دیکھتا رہا، تمبا کو پیتا رہا اور سوچتا رہا!

موسمِ بہار میں زراعتی آبادیوں پر تولید اور نمو چھائی ہوئی ہوتی ہے، شگوفوں اور کلیوں کے اندر سے ننھی ننھی ہستیاں باہر آنے لگیں انسان دبتے ہوئے اضطراب اور شوق کے ساتھ ان کے نمو کی نگرانی کرتا ہے۔ اور ان ننھے آنے والوں کو کھلا پلا کر ان کی پرورش کرنے میں مشغول رہتا ہے! نوجوان اٹنر ٹس پتھر کے بت کی طرح اس قدر ساکت

اور خاموش بیٹھا تھا کہ بط نے بھی دھوکہ کھایا۔ وہ اپنے چوڑے پاؤں اور ٹھمک ٹھمک کر چلنے والے بچوں کو چگاتی ہوئی اس کے قریب لے آئی حتیٰ کہ اس کے پاؤں کے پاس گھانس کے ایک تنکے پر اُس نے اپنے بچوں کو ٹھونگے مارنے کی تعلیم دینی شروع کی! وقتاً فوقتاً مسز ہمارا کو مسٹر یا میگن آتی تھی اور اس سے دریافت کر جاتی تھی کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ وہ مسکرا کر کہہ دیتا "جی نہیں، شکریہ، کسی چیز کی حاجت نہیں یہ مقام بہت پر لطف ہے"۔ چاء کے وقت وہ دونوں ایک برتن میں بھورے رنگ کا کوئی مرہم لے کر آئیں، ان دونوں نے مل کر اس کے متورم گھٹنے کو کھولا، اس پر دوا لگائی، اس کو باندھا۔ اُن کے جانے کے بعد اشرٹس کو بار بار اس ایک "افوہ" کا خیال آتا رہا جو چھو کر رہی کی زبان سے اس کے متورم گھٹنے کو دیکھ کر نکلی تھی۔ کبھی تو وہ اس "افوہ" کو یاد کرتا تھا کبھی وہ اس کی رحم آمیز نظر کو، کبھی اس ایک ننھی سی شکن کو جو اس کے گھٹنے کو دیکھ کر میگن کی پیشانی پر پڑ گئی تھی! اور یہی سوچتے سوچتے اس کو پھر اپنے دوست کی بیوقوفی پر غصہ آیا جس نے اس لڑکی کے متعلق اس قدر بے معنی بکواس کی تھی۔

جب میگن چائے لے کر آئی تو اس نے اس سے سوال کیا:-

"میگن، تم نے میرے دوست کے متعلق کیا رائے قائم کی؟"

میگن نے اپنا اوپر کا ہونٹ دبا لیا، گویا اس کو ڈر تھا کہ وہ بے تمیزی سے ہنس نہ پڑے۔

"بہت ہی عجیب تھے، وہ صاحب تو، انہوں نے ہم سب کو خوب ہنسایا۔ معلوم تو ہوشیار آدمی ہوتے تھے،

"انہوں نے ہنسانے والی کیا بات کی؟"

"جی، انہوں نے کہا تھا کہ میں شاعروں کی بیٹی ہوں۔ یہ کیا بات ہوئی۔ میں تو کچھ سمجھی نہیں"

"شعرا سے اُس کا مطلب ویلز کے قدیم شعرا تھے جو سینکڑوں برس پہلے ویلز میں رہتے تھے"

"تو پھر میں ان کی بیٹی کیوں کر ہو گئی؟ ذرا مہربانی کر کے مجھے سمجھا دیجئے"

"میرے دوست کا اصل مطلب یہ تھا کہ تم اس قسم کی لڑکیوں میں سے ہو۔ جن کی تعریفوں کے گیت اس زمانہ کے شعرا گایا کرتے تھے"

لڑکی کی پیشانی پر شکنوں کی تعداد میں کچھ اضافہ ہو گیا، اُس نے حیران ہو کر پھر سوال کیا۔

"آپ کے دوست بہت مسخرے ہیں، بھلا آپ ہی فرمائیے میں ایسی ہوں؟"

"میں سچ کہہ دوں تو تم یقین کرو گی؟" "جی ہاں ضرور"

"تو سچ تو یہ ہے کہ میرے دوست نے جو کچھ کہا میری رائے میں بالکل صحیح کہا۔"

وہ مسکرائی۔ اشرٹس نے دل میں کہا "تو کس قدر حسین ہے!"

"اور آپ کے دوست نے یہ بھی تو کہا تھا کہ جو سیکسن نسل سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟"

"جو کونسا لڑکا ہے؟ وہی تو نہیں جس کی آنکھیں نیلی اور چہرہ سرخ ہے؟"

"جی ہاں وہی، مرے چچا کا بھتیجا"

"تو گویا تمہارا بھائی؟"

"جی نہیں"

"خیر تو میرے دوست کا مطلب یہ تھا کہ جو اس قوم کے لوگوں کی مثل ہے جو چودہ سو برس پہلے انگلستان فتح کرانے آئے تھے۔"

ان لوگوں کا حال تو مجھے بھی معلوم ہے۔ مگر کیا جو ایسا ہے؟"

"بات یہ ہے کہ گارٹن کو تو ایسی باتوں کے متعلق ایک خبط ہے مگر یہ ضرور ہے کہ جو قدیم سیکسن معلوم تو ضرور ہوتا ہے۔"

"جی"

اس "جی" نے اشترٹس کے ایک چٹکی لی۔ وہ "جی" شائستہ اور لطیف بھی تھی اور اس سے یہ بھی ترشح ہوتا تھا کہ میگن جس چیز کو سمجھا نہیں اُس کو محض ازراہ اخلاق قبول کر رہی ہے

آپ کے دوست نے یہ بھی تو کہا تھا کہ گھر کے سب لڑکے بالکل جپسی قوم کے معلوم ہوتے ہیں، ان کو ایسا کہنا نہ چاہئے تھا۔ چچی یہ سن کر ہنس تو پڑیں۔ مگر یہ بات ان کو ناگوار ہوئی۔ اور میرے بھائیوں کو تو غصہ آ گیا تھا۔

چچا زراعت پیشہ تھے اور زراعت پیشہ جپسی کب ہوتے ہیں ایسی بات ہی کیوں کہی جائے جس سے دوسروں کو رنج پہنچے"۔

اشترٹس کا دل تو چاہا کہ میگن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبائے۔ مگر ہمت نہ ہوئی۔ اس نے کہا:۔

تمہارا خیال بالکل صحیح ہے"۔ اور پھر گفتگو کا رخ بدل دیا"۔ اور ہاں۔ رات تو میں نے تمہاری آواز سنی تھی۔ جب تم بچوں کو سُلانے اوپر آئی تھیں"۔

میگن ذرا شرمائی!

تو آپ چاء تو پیئیں۔ ٹھنڈی ہوتی جا رہی ہے۔ کہئے تو تازہ چاء پھر بنا کر لاؤں؟"

"کیا تم دوسروں کی خدمت کے علاوہ کبھی اپنے آرام و آسائش کا بھی کوئی کام کیا کرتی ہو؟"

"جی ہاں! کیوں نہیں۔"

"میں تو دیکھتا رہتا ہوں، میں نے تو کبھی دیکھا نہیں۔"

میگن کی پیشانی پر پھر دو چار شکنیں نمودار ہوئیں جیسے وہ کچھ سمجھی نہیں، اس کے چہرہ پر خون دوڑا ــــ

جب وہ جا چکی تو اشرلٹس نے اپنے دل سے کہا "کیا وہ یہ سمجھی کہ میں اُس کو چھیڑ رہا ہوں؟ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے، ایسا تو میں کبھی نہ کروں!"

اشرلٹس اپنی عمر کے اس دور میں تھا۔ جب نوجوانوں کی نظر میں بقول شاعر کے حسن پھول ہوتا ہے" اور اس پھول سے ان کے دلوں میں ولولے پیدا ہوتے ہیں۔

اشرلٹس کچھ اس قسم کا انسان تھا کہ وہ اکثر اپنے گرد و پیش کی چیزوں سے بے خبر رہتا تھا۔ بہت دیر بعد اس نے دیکھا کہ وہی نوجوان جس کو گارٹن نے سیکس لنسل سے بتایا تھا اصطبل کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہے۔ وہ گویا ایک تصویر تھا          دلچسپ          بادامی مخمل کا پورانا لباس، مٹی میں سنے ہوئے جوتے، نیلی قمیص، سرخ چہرہ، سُرخ

سرخ بازو، دھوپ میں اس کے موٹے موٹے بال، ریشم جیسے نرم اور چمکدار نظر آرہے تھے، غیر متحرک، مضبوط، سنجیدہ، چہرہ مُسکراہٹ سے محروم      اس طرح وہ اصطبل کے دروازہ پر کھڑا تھا۔ یہ دیکھ کر کہ ائمرٹس اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ وہ دہقانیوں کی چال سے درمیانی میدان طے کر کے باورچی خانہ کی دروازہ کی طرف چلا گیا۔ ائمرٹس کے خیالات پر جیسے اوس پڑگئی۔ "گنوار"! دنیا میں کتنی ہی خوش وقتی کے ساتھ گذارنا چاہو مگر ایسے جانوروں کے ساتھ کس طرح گزر کی جائے۔

مگر      مگر وہ لڑکی! پھٹی ہوئی جوتیاں، کھردرے ہاتھ۔ پھر کیا چیز ہے جو اس میں ہے؟ کیا سیلٹک نسل کا کچھ اثر ہے، جیسا کہ گارٹن کہتا تھا؛ پیدائشی شریف معلوم ہوتی ہے، ایک ہیرا! حالانکہ شاید پڑھنا لکھنا تو وہ برائے نام جانتی ہے!      اتنے میں وہ پکی عمر والا، داڑھی مونچھ منڈا جس کو رات باورچی خانہ میں دیکھتا تھا ایک کتا ساتھ لئے گائیں ہنکائے ہوئے آیا۔ ائمرٹس نے دیکھا کہ وہ لنگڑا تھا۔

"گائیں بہت اچھی ہیں"

لنگڑے آدمی کا چہرہ بشاش ہو گیا، اس کی آنکھوں میں ایک ایسی جھلک تھی جو عرصہ تک تکالیف و مصائب جھیلنے سے پیدا ہو جایا کرتی ہے۔

"جی ہاں! اگائیں بہت اچھی ہیں، دودھ بھی بہت دیتی ہیں"

"یہ تو ہے"

"امید ہے کہ اب آپکی ٹانگ کی حالت بہتر ہوگی، جناب"۔

"شکریہ، اب تو آرام ہوتا جاتا ہے"!

لنگڑے نے اپنی ٹانگ کی طرف اشارہ کر کے کہا "مجھے معلوم ہے جناب، کہ ٹانگ کی تکلیف کیسی بُری ہوتی ہے۔ سب سے زیادہ دق کرنیوالی چیز یہ ہے گھٹنا دس برس سے میرا گھٹنا خراب ہے"

اشرلٹس نے ہمدردی کی ایک آواز نکالی، جیسی کہ ایسے موقعوں پر وہ لوگ نکالا کرتے ہیں جو خود کسب معاش کی طرف سے بے فکر ہوتے ہیں۔ لنگڑا مسکرایا،

"دُکھ کی شکایت کیا کرنی، خیریت ہوئی، وہ تو میری ٹانگ ہی کاٹے ڈالتے تھے۔ ٹانگ بچ گئی، یہی غنیمت ہے"!

"ہا"

"اور کیا بتاؤں میری ٹانگ کس قدر مضبوط تھی، اس زمانہ میں، اب کیا رکھا ہے"!

"میرے گھٹنے پر تو کوئی بڑی اچھی دوا لگائی گئی ہے، جس قدر جلد آرام ہو رہا ہے"!

"یہ چھوکری، ایسی دوائیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر لایا کرتی ہے، اچھی چھوکری ہے، بڑی نیک، اور پھولوں کو تو خوب پہچانتی ہے۔ بعض لوگ گھانس پات اور بوٹیوں کی دوائیں خوب جانتے ہیں۔ میری اماں بھی ایسی دوائیں خوب جانتی تھیں، امید ہے کہ آپ جلد اچھے ہو جائیں گے چلو بڑھو، چلو بڑھو! (گائیوں سے مخاطب ہو کر)

اشٹرلٹس مسکرایا، دل میں کہنے لگا" چھوکری پھولوں کو خوب پہچانتی ہے۔ اور خود بھی ایک پھول ہے"۔

شام کو جب اشٹرلٹس کا پیٹ مرغابی کے بھنے ہوئے گوشت دہی اور سیب کی شراب سے خوب بھر چکا تو لڑکی آئی:۔

"جناب، مری چچی دریافت کرتی ہیں کہ کیا آپ تھوڑا سا ہمارا کیک کھانا پسند کریں گے؟"

"ضرور، ضرور، بشرطیکہ مجھے باورچی خانہ میں آکر کھانے دیا جائے"

"ہاں صاحب، یقیناً۔ آپ کو اس تنہائی میں اپنے دوست بہت یاد آتے ہوں گے؟"

"ابھی نہیں! مگر یہ تو بتاؤ کہ باورچی خانہ میں میرا جانا کسی کو ناگوار تو نہ ہوگا؟"

"ناگوار کس کو ہوگا! ہم سب تو بہت خوش ہوں گے"۔

اسٹرٹس اپنے گھٹنے کی تکلیف کو بھول کر دفعتاً کھڑا ہو گیا اور لڑ کھڑا کر گرا، لڑکی نے گھبرا کر اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لیا، وہ ان ہاتھوں کے سہارے اٹھا ـــــ چھوٹے چھوٹے، کھردرے ہاتھ! بے اختیار جی چاہا کہ ان کو چوم لے۔ اب لڑکی اُسکے زیادہ قریب آگئی تاکہ وہ پوری طرح اسکا سہارا لے سکے اپنے لڑکی کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور اسطرح جھکا ہوا آگے بڑھا۔ اسکو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اپنی عمر میں آجتک اس لڑکی کے کاندھوں سے زیادہ خوشگوار کوئی چیز اس نے نہیں چھوی! لیکن اس اضطراب کی حالت میں بھی اس نے ایک بات عقل کی کی۔ یعنی چلتے چلتے کمرہ کے کونے سے اپنی لکڑی بھی اٹھالی اور باورچی خانہ کے دروازہ میں داخل ہونے سے پہلے اس نے لڑکی کے کاندھوں سے اپنے ہاتھ ہٹا کر لکڑی کا سہارا لے لیا ـــــ

اس رات کو وہ کسقدر چین کی نیند سویا! اور صبح اٹھا تو اُس کا گھٹنا اپنی اصلی حالت پر آگیا تھا۔ وہ پھر مکان کے سامنے سبزہ پر کرسی بچھا کر بیٹھ گیا اور کچھ اشعار کہتا رہا۔ سہ پہر کو وہ دونوں چھوٹے لڑکوں ڈِک اور رِک کو ساتھ لے کر ٹہلنے نکل گیا، یہ سنیچر کی شام تھی اس لئے لڑکے ذرا جلد اسکول سے آگئے تھے۔ شرمیلے مگر پھر تیلے اور شوخ بھی ۱۶ اور ۱۷ سال کی عمر میں، ذراسی دیر میں پٹر پٹر باتیں کرنے لگے، اسٹرٹس کو بھی بچوں کو بے تکلف کر لینے کا خوب ڈھنگ آتا تھا، چار پچے، بجتے

بگاڑنے، توڑنے، موڑنے، مروڑنے، خراب کرنے کے کھیل اُن لڑکوں کو آتے تھے۔ سب ہی انہوں نے اشٹرلِٹش کو دکھا دیئے۔ پھر چلے مچھلیوں کو گدگدانے، ندی کے کنارے۔ وہ دونوں مچھلیوں کو گدگدانے کے لئے اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ مگر اس قدر بک بک اور کھِل کھِل کر رہے تھے کہ مچھلی تو کیا کوئی جانور بھی ان کے قریب نہ آتا تھا۔ اشٹرلِٹش ایک ٹیلے پر بیٹھا ہُوا ان کا کھیل دیکھ رہا تھا اور پرندوں کے گیت سن رہا تھا۔ آخر ہیلے ہنگ کھیل سے اکتا کر اس کے پاس آیا۔ کہنے لگا:۔

"دیکھتے اُس پتھر پر جلبسی کا بھوت بیٹھا کرتا ہے"!

"کون جلبسی"؟

"نہ معلوم کون، مگر میگن کہتی ہے کہ وہ وہاں آکر بیٹھا کرتا ہے ہم نے بھی ایک دن دیکھا تھا، جس رات گو ابا کے سر میں گھوڑے نے ٹھوکر ماری۔ اس رات کو بھی وہ یہاں بیٹھا تھا، وہ سارنگی بھی بجاتا ہے"۔

"کیا بجاتا ہے، کوئی گیت گاتا ہے"؟

"خبر نہیں"

"اس کی صورت کیسی ہے"؟

"کالا ہے، جم کہتا ہے کہ اُس کے سارے جسم پر بال ہیں، وہ

بس رات ہی کو آتا ہے"۔ ننھے کی ترچھی آنکھیں اشرٹس کی طرف پھر گئیں۔

"کیوں جی، کیا وہ مجھے اٹھا کر لے جائے گا؟ مسگین تو بہت ڈرتی ہے کیا اس نے بھی اس کو دیکھا ہے؟"

"نہیں تو مگر مسگین تو تم سے بھی نہیں ڈرتی"۔

"بھلا مجھ سے کیوں ڈرنے لگی"!

"وہ تمہارے لئے دعا بھی تو مانگتی ہے"!

"چل شریر! تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ میرے لئے دعا مانگتی ہے"

"واہ! جب میں سو رہا تھا تو اس نے دعا مانگی تھی خدا رب کو برکت دے اور مسٹر اشرٹس کو بھی! میں تو سب سن رہا تھا"!

"تو بہت بدمعاش ہے! ایسی باتیں سن لیتا ہے۔ جو تیرے سننے کی نہیں ہوتیں۔ کیوں رے شریر چھوکرے"!

کچھ دیر تک خاموش رہا۔ پھر اپنی قابلیت جتانے کیلئے بولا

"اور میں خرگوشوں کی کھال بھی تو اتار لیتا ہوں۔ مگر مسگین بہت گھبراتی ہے، وہ تو مجھے کھال اتارتے ہوئے دیکھ بھی نہیں سکتی۔ مجھے خون بہت پسند ہے"!

"اوہو، تجھے خون بہت پسند ہے؟ بڑا خونی ہے تو"!

"خونی کسے کہتے ہیں؟"

"خونی وہ ہے جو دوسروں کو دُکھ دینا پسند کرتا ہے"

چھوکرا کچھ متفکر ہُوا، پھر کہنے لگا:۔

اجی نہیں، میں تو صرف اُن خرگوشوں کی کھال اتارتا ہوں جو مرے ہوئے ہوتے ہیں۔ جن کا گوشت پکایا جاتا ہے"

"ہاں! تو اس میں کچھ حرج نہیں"

"اور میں مینڈکوں کے کھال بھی اُتار سکتا ہوں"۔

لیکن اشٹرٹس نے کچھ نہ سنا، وہ اب کسی اور ہی خیال میں تھا "خدا رب کو برکت دے۔ اور مسز اشٹرٹس کو بھی! وہ یوں دُعا مانگتی ہے۔ چھوکرا اس خاموشی کے معنی کچھ نہ سمجھا، وہ اکتا کر پھر ندی کے کنارے بھاگ گیا جہاں پھر غل و شور ہونے لگا۔

جب شام کو میگن اس کی چائے لے کر آئی تو اس نے اُس سے سوال کیا:۔

کیوں میگن! یہ بڈھے جیپی کا بھوت کیا ہے؟"

اُس نے گھبرا کر نظر اٹھائی"۔

"جی وہ کم بخت بہت مصیبتیں لاتا ہے"۔

کیا تم بھی ایسی باتوں کا یقین کرتی ہو۔ تم بھی بھوتوں پر

عقیدہ رکھتی ہو؟"

"خیر، میں تو دُعا کیا کرتی ہوں کہ وہ کم بخت مجھے کبھی نظر نہ آئے"

"یقیناً" وہ تمہیں نظر نہ آئے گا، اس کا وجود ہی کہاں ہے جو نظر آئے گا، ایسی چیزوں کا وہم نہ کیا کرو، تم نے تو کوئی گھوڑا دیکھا ہو گا وہ سمجھا بھوت ہے"۔

نہیں صاحب! یہ آپ کیا کہتے ہیں۔ اس چٹان میں بھوت رہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے بھوت ہیں جو پرانے زمانہ میں یہاں رہتے تھے":

تو یہ جپسی تو نہ ہوئے۔ جب وہ قدیم لوگ یہاں آئے تھے تو جپسیوں کا زمانہ تو ختم ہو چکا تھا"

مگر میگن نے سادگی سے کہا:۔

"یہ رب بلائیں کیسی بُری ہوتی ہیں!"

"کیوں؟ کوئی چیز اگر جنگلی ہو تو کیا بری ہوتی ہے۔ جنگلی پھول کیا برے ہوتے ہیں؟ درخت بھی جنگلی ہوتے ہیں مگر تم ان سے نہیں ڈرتیں؟ میں بھی رات کو جا کر تمہارے اس بھوت کو دیکھونگا۔ اور ذرا اس سے دو دو باتیں بھی کرونگا!"

"اجی نہیں، خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے گا!"

"ہاں جی! ضرور! میں اُسی چٹان پر جا کر بیٹھوں گا۔ پھر آئے تو وہ بھوت!

وہ اپنے دونوں ہاتھ ملنے لگی "نہیں، نہیں، خدا کے لئے!"

"کیوں؟ تمہیں کیا فکر ہے، اگر مجھ کو نقصان بھی پہنچ جائے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ پھر اشٹرلنس نے بات ٹالنے کے لئے کہا "خیر، مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے کبھی نظر نہ آئے گا، اس لئے اب تو میں جلد ہی یہاں سے چلا جاؤنگا"

"اتنی جلد"

"تمہاری چچی میرا یہاں زیادہ ٹھہرنا کب پسند کریں گی؟"

"کیوں نہیں! موسم گرما میں تو ہم ہمیشہ کرایہ دار رکھا کرتے ہیں"

اب اشٹرلنس نے اپنی نظر اس کے چہرہ پر جما کر کہا:۔

"کیا تم میرا ٹھہرنا پسند کرو گی؟"

"جی ہاں" اس نے سہم کر، رک رک کر کہا،

"آج رات کو میں تمہارے لئے دعا مانگوں گا۔"

میگن کا چہرہ دفعتہً سُرخ ہو گیا۔ شکنیں اس کی پیشانی پر پڑ گئیں وہ جلدی سے کمرے کے باہر چلی گئی۔

چاء ٹھنڈی ہوگئی اور انٹرٹس خاموش بیٹھا ہوا اپنی حماقت پر لعنت بھیجتا رہا۔ اس وقت اس کی یہ حرکت ایسی تھی جیسے اس نے بھاری پاؤں سے نازک پھولوں کی کیاری کو روند ڈالا ہو ا کیوں اس نے ایسی احمقانہ بات کہہ دی؟ کیا وہ بھی کسی کالج کا ایسا ہی گدھا ہے جیسا رابرٹ گارٹن؟

کیا بیوقوف گارٹن کی طرح وہ اس کمسن لڑکی کے احساسات سے اتنا ہی ناآشنا ہے؟

(۴)

ائنٹرٹس نے اس مقام پر اپنے قیام کا دوسرا ہفتہ اپنی ٹانگ کی قوت کو جانچنے میں۔ اس طرح صرف کیا کہ وہ اکثر قریب کے جنگلوں میں نکل جاتا تھا۔ اس سال موسم بہار اس کے لئے ایک نیا پیام لے کر آیا تھا۔ نشہ کی سی حالت میں وہ درختوں کے اُن سُرخ و سفید شگوفوں کو تکا کرتا تھا جو نیلے آسمان کی چادر پر سورج کی روشنی میں پھیلے ہوئے تھے، یا وہ کبھی درختوں کے شاخوں اور جڑوں کو تکتا تھا یا کبھی میدان اور پہاڑیوں پر نظر دوڑاتا تھا، یا کبھی تیز ہوائیں صنوبر کی شاخوں کو جھولتے دیکھتا تھا۔ کبھی کبھی وہ ندی کے کنارے جا کر لیٹ

رہتا تھا۔ اور جنگلی پھولوں اور کلیوں کو چھو چھو کر دیکھتا تھا۔ شاخوں پر بدبد اور چکوک چہچہاتے تھے۔ لو ادرختوں کی شاخوں کے اندر بیٹھ کر اپنے گیت موتیوں کی طرح بکھیرتا تھا، بلاشبہ کبھی پہلے اس کو ایسا موسم بہار نصیب نہ ہوا تھا۔ اس لئے اس، دفعہ بہار صرف باہر ہی نہ تھی بلکہ اس کے اندر تھی!! دن میں تو اس گھر کے لوگوں سے بہت کم ملاقات ہوتی تھی اور جس وقت میگن کھانا لے کر آتی بھی تھی تو وہ گھر کے کاموں میں پانچوں کے ساتھ اس قدر مصروف ہوتی تھی کہ کبھی چند منٹ سے زیادہ بات کرنے کے لئے ٹھہر نہ سکتی تھی، لیکن شام کو اشٹرلش باورچی خانہ کے ایک دریچہ میں جاکر جم جاتا تھا اور بیٹھا ہوا جم سے یا لنگڑے سے یا مسز نار اگومب سے گپ ہانکا کرتا تھا۔ اس وقت میگن بھی باورچی خانہ میں یا تو بیٹھی ہوئی کچھ سیتی ہوتی تھی، یا کھانے کے برتن منگواتی ہوتی تھی اور بعض اوقات اس ہی سکونِ قلب اور اطمینان کے ساتھ جو گود میں بیٹھ کر "خرخر" کرنے والی بلی کو حاصل ہوتا ہے اشٹرلش محسوس کیا کرتا تھا کہ میگن کی آنکھیں وہ نیم باز شبنمی آنکھیں اس کی طرف جمی ہوئی ہیں اور ان کے اندر ایک ادائے ناز ہوتی تھی جو اشٹرلش کے دل کو بہت تسکین بخش معلوم ہوتی تھی

دوسرا اتوار آگیا، شام کا وقت تھا۔ وہ باغیچہ میں پڑا ہوا لوہے کا گیت سن رہا تھا اور ایک عاشقانہ نظم کہتا جاتا تھا۔ اُس نے باغیچہ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور پلٹ کر دیکھا تو میگن بھاگی چلی آ رہی تھی۔ اسکے رخسار تمتمائے ہوئے تھے اور اس کے پیچھے پیچھے جو بھاگتا ہُوا آ رہا تھا۔ کوئی بیس گز کے فاصلہ پر یہ دوڑ ختم ہوگئی دونوں ایک دوسرے کے مقابل میں کھڑے ہوگئے اشرٹس کی موجودگی کی ابھی تک دونوں کو خبر نہ تھی۔ جو میگن کی طرف بڑھتا تھا اور میگن اس کو ہٹانیکی کوشش کر رہی تھی۔ اشرٹس کو میگن کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا ـــــ غصہ اور پریشانی کی حالت میں تمتمایا ہُوا ـــــ اور وہ چھوکرا؟ کون سمجھ سکتا تھا کہ وہ سرخ رنگ والا، گنوار اس قدر ہمت کر سکتا ہے! اس منظر کو دیکھ کر اشرٹس اس قدر بے چین ہُوا کہ بے اختیار کھڑا ہو گیا۔ اب ان دونوں نے اس کو دیکھا۔ میگن نے اپنے اٹھے ہوئے ہاتھ نیچے گرائے اور درخت کی آڑ میں سکڑ گئی۔ چھوکرا منہ ہی منہ میں کچھ غراتا ہُوا تیزی سے ندی کے کنارے کی طرف چلا گیا اور پانی کو کود کر دوسری طرف جنگل میں غائب ہو گیا۔ اشرٹس آہستہ آہستہ میگن کی طرف بڑھا۔ وہ بالکل ساکت کھڑی ہوئی اپنے ہونٹ کاٹ رہی تھی۔ وہ اس وقت کس قدر حسین معلوم ہو رہی تھی۔ اس کا انداز کس قدر دلکش تھا!۔ کالے بال چہرے پر بکھرے ہوئے اور آنکھیں نیچی!!

"معاف کیجئے!" اشٹرٹش نے کہا،
میگن نے ایک لمحہ نظر اٹھا کر دیکھا۔ اُس کی آنکھیں سکڑی ہوئی تھیں۔ وہ دفعتاً پلٹ کر جانے لگی۔ اشٹرٹش اس کے پیچھے چلا:۔
"میگن!"
مگر وہ رُکی نہیں۔ تب اشٹرٹش نے اُس کا بازو پکڑ کر اُس کو اپنی طرف پھیر لیا۔
"ٹھہرو! مجھ سے دو باتیں کرلو"۔
"کس بات کی معافی مانگ رہے تھے؟ معافی مانگنی ہے تو مجھ سے کیوں مانگتے ہو؟"
"تو پھر کیا جو سے معافی مانگوں؟"
"اس کو کیوں کر ہمت ہوئی کہ میرے پیچھے پیچھے آیا؟"
"شاید تمہاری محبت میں مبتلا ہے؟"
یہ سن کر اُس نے زور سے اپنا پاؤں زمین پر مارا۔ اشٹرٹس اس کے غصہ کو دیکھ کر ہنس پڑا۔
"تم چاہتی ہو کہ میں اس کی گوشمالی کروں؟"
وہ بگڑ کر بولی ۔ اس کی آواز یکایک بہت بلند ہوگئی تھی:۔
"تم مری ہنسی، ہم سب کی ہنسی اڑاتے ہو! ہے نا؟"

اشرٹس نے اُس کے ہاتھ پکڑ لئے۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹنے لگی۔ اُس کے کھلے ہوئے بال سیب کی شگوفوں سے لائی میں شاخوں میں الجھے اشرٹس نے بے اختیار اس کے ہاتھوں کو اپنے لبوں پر رکھ لیا۔
وہ ہٹتے ہٹتے یکایک رُکی! ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کانپتی ہوئی لرزتی ہوئی اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ سر سے پاؤں تک اشرٹس کے جسم میں اک آگ؟ کیسی گرم اور کس قدر خوشگوار ـــــ دوڑ گئی اور وہ سمجھا کہ گویا یہ نازک، سادہ دل، اور حسین چھوکری اس کے ہونٹوں کو اپنے جسم سے مس ہوتے محسوس کر کے خوش ہو گئی ہے! ایک جذبۂ بے اختیار نے اشرٹس کو اس قدر بے تاب کر دیا کہ اس کے بازو چھوکری کے جسم سے لپٹ گئے اس نے اس کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اس کے ہونٹوں نے اس کی پیشانی کو ایک بوسہ دیا ـــ مگر ـــ ساتھ ہی اس کے دل میں ایک، خوف سا پیدا ہوُا۔ وہ کس قدر زرد پڑ گئی تھی، اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اُس کے ہاتھ اور بازو بے جان ہو کر نیچے گر پڑے تھے۔ کہیں وہ بیہوش تو نہ ہو جائے گی! خود اشرٹس کے جسم میں اس کے سینہ کو مس کر کے ایک عجیب اور شدید بجلی کی سی لہر پیدا ہوئی!
"میگن!" اُس نے آہستہ سے پکارا اور اس کے جسم کو اپنی

گرفت سے آزاد کر دیا ـــــــ اُس کامل خاموشی میں، یکایک کسی طرف سے ایک پرند نے آواز نکالی۔ گویا ان دونوں کو آواز دی۔ چھوکری کے جسم میں گئی ہوئی جان واپس آنے لگی اُس نے اسٹرٹس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کبھی اپنے رخسار کے نیچے دبایا، کبھی اپنے دل پر رکھا، کبھی ہونٹوں پر بے تاب ہو ہو کر چوما اور پھر دفعتہ بھاگی ـــ ایسی بھاگی کہ درختوں کے تنوں میں جا کر غائب ہو گئی!

اسٹرٹس، حیران و ششدر ایک درخت کی سوکھی ہوئی جڑ میں بیٹھ گیا، اس کی نبض تیز تھی۔ وہ اُن شگوفوں کو تک رہا تھا جو ابھی ابھی ہیگن کے بالوں میں الجھے تھے۔ وہ سُرخ سُرخ کلیاں جن میں ہنوز سفید پھول نہ کھلا تھا۔

"میں نے یہ کیا غضب کیا؟ مجھے کیوں کر حسن کی چمک نے اس قدر جلد حیران کر دیا؟ یا یہ سب محض اس موسمِ بہار کا کرشمہ ہے" وہ فکرمند تھا مگر بہت مسرور، بہت شاداں۔ اُس کی مسرت عجیب قسم کی تھی، مسرور اور ترساں! سارے جسم میں ایک لرزش تھی ـــ اس کی خوشی میں بھی کچھ کچھ خوف ملا ہوا تھا! یہ آغاز ہے ـــ کس بات کا؟ ـــ اور نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ باغیچہ کی چیونٹیوں نے کہا!!

اڑتے ہوئے کپڑے اُس کے منہ میں گھُسے جاتے تھے، لیکن گرد وپیش کے موسم بہار کی کیفیات پہلے سے بہت زیادہ پرکیف ہوگئی تھیں۔ کوئل کی کُوک، ہُدہُد کا قہقہہ، پرندوں کے گیت، آفتاب کی ترچھی کرنیں، اور سیب کے شگوفے جنہوں نے میگن کے سر پر تاج رکھ دیا تھا ——— وہ اٹھا اور باغیچہ سے چلا گیا! گویا اس کو بہت بڑا میدان، بہت بڑی وسعت درکار ہے! کھُلی فضا، کھُلا اور پھیلا ہوا آسمان ——— تاکہ وہ اپنے ان نئے محسوسات سے آشنائی پیدا کرسکے۔ وہ پہاڑیوں کی طرف چلا ——— ایک درخت کی شاخوں سے ایک نیل کنٹھ پھڑ پھڑا کر نکلا گویا اس کا استیصال کررہا ہے!

کوئی مرد ۵ برس کی عمر سے، آخر عمر تک ——— ایسا نہیں جو یہ دعویٰ کرسکے کہ اس نے کبھی محبت نہیں کی۔ اشرٹس نے جب وہ ناچنا سیکھا کرتا تھا اپنے ساتھ ناچنے والی لڑکیوں سے محبت کی، اپنی استانی سے محبت کی، اُن بہت سی چھوکریوں کو چاہا جو تعطیلات کے زمانہ میں اس کو ملا کرتی تھیں، شاید کبھی کوئی ایک دن ایسا نہیں جب وہ کسی نہ کسی سے محبت نہ کررہا ہو۔ کوئی نہ کوئی کم وبیش، دُور کی، باہر کی، کیسی نہ کیسی، چاہت ضرور اس کے دل میں رہی۔ مگر یہ نئی محبت تو کچھ اور ہی تھی! یہ دُور کی چاہت بھی نہ تھی! یہ جذبہ تو بالکل ہی نیا

تھا، بالکل ہی عجیب تھا اس قدر خوشگوار اور رُوح پرور جس کے اندر اپنی صنف کے تکمیل احساس بھی وہ موجود پاتا تھا جنگل کے ایک پھُول کو ہاتھ میں اٹھا کر لبوں پر رکھ لینا اور اُس پھول کا اس کے لبوں پر حالت کیف میں لرزنا ——— یہ کیسا عجیب نشہ ہے، یہ کیسی عجیب گھبراہٹ ہے اب کیا کیجئے؟ آئندہ ملاقات میں اس سے کس طرح ملئے۔ کیا کہئے، پہلی ہم آغوشی شائد کچھ سرد تھی، لیکن دوسری ——— اب یہ جان کر، اپنے ہاتھ پر اس کے گرم بوسہ کے معنی سمجھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ وہ چاہتی ہے، دوسری ملاقات سرد نہیں ہو سکتی، بہت گرم ہو گی بعض لوگوں کی فطرت دوسروں کے دل کی محبت حاصل کر کے مکروہ اور گندی ہو جاتی ہے، مگر بعض ——— اشٹرلٹس جیسے آدمی ——— دوسروں کی محبت کی کشش سے نرم اور پاکیزہ تر ہو جاتے ہیں۔ ان کا خون گرم ہو جاتا، وہ کھچے چلے جاتے ہیں، وہ بلند ہو جاتے ہیں، انہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک معجزہ ظہور میں آیا!

جنگل کی خاموشی میں اشٹرلٹس کے دل میں مختلف جذبات کا ایک طوفان برپا تھا۔ ایک طرف دل کی اس تازہ بہار میں مست ہو جانے کی خواہش اور دوسری طرف یہ تردد کہ اب کیا ہوتا ہے ایک لمحہ کے لئے اس غرور نے اس کو مست کر دیا کہ آج اُس نے ایک حسین، بھرو سہ

کرنے والی، شبنمی آنکھوں والی چڑیا کو پکڑ لینا ہے ۔ مگر دوسرے لمحے اس نے بہت ہی سنجیدہ ہو کر اپنے دل سے یوں کہنا شروع کیا :

"ہاں ! ہاں ! اعزیز من ! ذرا سوچو کہ کدھر جا رہے ہو ؟ تمہیں خبر بھی ہے کہ اِن باتوں کا نتیجہ کیا نکلنے والا ہے ؟"

غروب کا وقت آ گیا ، اسے خبر نہ ہوئی ۔ چٹانوں پر تاریکی اور خاموشی چھا گئی ، اور فطرت نے اس کے کان میں کہا : "یہ تیری نئی دنیا ہے" ! اس وقت انٹرلس کا وہ حال تھا جیسے اس شخص کا جو صبح ۴ بجے بستر سے اٹھ کر کسی جنگل میں گھس گیا ہو اور جنگل کے پرندے اور حیوانات اور درخت اس کو حیران ہو کر تکنے لگیں اور محسوس کرے کہ گویا آج دنیا بالکل بدل گئی ہے !

گھنٹوں وہ وہیں پڑا رہا ، حتیٰ کہ شب کی سردی بڑھ گئی ۔ تب وہ پتھروں اور درختوں کی گری ہوئی شاخوں اور جڑوں میں قدم رکھتا ہوا سڑک کی طرف آیا ۔ پھر گلی میں آ گیا ۔ اور سبزہ زار سے گزر کر باغیچہ میں داخل ہوا ۔ وہاں اس نے ایک دیا سلائی جلا کر گھڑی دیکھی ۱۲ بجا چاہتے تھے اب ہر طرف خاموشی اور تاریکی طاری تھی اس حالت سے کس قدر مختلف جو ۶ گھنٹے پہلے تھی ۔ جب پرندوں کی محبوب آہستہ آہستہ رک رک کر جانے والی روشنی باقی تھی ۔ آدھی رات کو جنگل سے

واپس آکر، اس باغیچہ میں، اس کا تخیل اس کو غیروں کی نظر سے دیکھنے
لگا۔ اس کے آئینۂ خیال میں دوسروں کے نقشے نظر آنے لگے! گویا مسز
نارا کومب کی لمبی اور سانپ جیسی گردن اُس کی طرف موڑی ہوئی ہے
وہ تیز اور گہری آنکھیں اس کا سارا حال دیکھ رہی ہیں، اس عورت
کے چہرہ پر سختی اور بیرحمی کے آثار ہیں جیبیوں جیسی صورت والے
لڑکے بے اعتباری کی اور طنز آمیز نظروں سے اس کی طرف گھور رہے ہیں
جو جما کھڑا ہے۔ بہت بگڑا ہوا، مارنے مرنے پر تیار! بس ایک
لنگڑہ بیچارہ اپنی اُن آنکھوں سے جس سے مصیبت ٹپک رہی ہے مہربان
نظر آتا ہے ——— اور پھر گاؤں کے قہوہ خانہ ہیں ——— اور جب
وہ گھر سے نکلتا ہے تو سڑک پر وہ اشارے کنائے کرنیوالی نکانوں کی
بوڑھی عورتیں! ——— پھر اپنے دوست احباب، رابرٹ گارڈن!
اس وقت اس کی مسکراہٹ جب وہ دس روز ہوئے رخصت ہو
رہا تھا ——— کس قدر طنز آمیز! ———

یہ سب کی سب تصویریں کس قدر نفرت انگیز تھیں، ایک
لمحہ کے لئے وہ اس تمام دنیا دار، مکار، روکھی اور ترش دنیا سے
نفرت کرنے لگا . . . . . . . . .

رات کی تاریکی میں کسی چیز کی ہلکی اور ٹھنڈی چمک پھیلنے

لگی۔ ماہتاب پہاڑ کی چوٹیوں کی آڑ سے جھانک رہا تھا ——— سُرخ آگ بھبوکا، تقریباً گول ——— آج شب کا چاند بھی کس قدر عجیب تھا ——— وہ پٹ کر گلی میں داخل ہو گیا۔ مویشی خانہ میں، مویشی کی سیاہ شکلیں دھندلی نظر آرہی تھیں، اُن کے پیلے سینگ اندھیرے میں ایسے چمکتے تھے کہ گویا بہت سے دھندلے اور بے نور چاند الٹے کھڑے ہیں! اس نے چپکے سے دروازہ کھولا، مکان میں ہر طرف تاریکی تھی۔ پنجوں کے بل وہ برآمدہ تک پہنچا۔ اور ایک سرو کے درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر اس نے میگن کے کمرہ کے دریچہ پر نظر ڈالی۔ دریچہ کھلا ہوا تھا۔ خدا جانے وہ سو رہی تھی یا پڑی جاگ رہی تھی ——— پریشان ——— اُس کے واپس نہ آنے کی وجہ سے مغموم ——— کہیں ایک اُلّو بولا ——— جب وہ اس طرح اوپر کی طرف تک رہا تھا۔ اور اس وقت اُس الو کی آواز ساری فضا پر محیط ہو گئی۔ دن کو ہدہد اور شب کو اُلّو۔ یہ دونوں اس کے قلب کے لاانتہا مسرتوں کو کس طرح اپنی آوازیں ظاہر کرتے تھے۔ ——— دفعتاً اس نے میگن کو دریچہ میں کھڑے دیکھا۔ وہ سرو کے سایہ سے ذرا بچ کر بڑھا اور اس نے بہت آہستہ سے پکارا "میگن!" وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گئی، پھر دریچہ میں آئی اور اپنا سر نکال

کر باہر کی طرف جھکی۔ وہ بھی گھاس کے ٹکڑے پر آگے بڑھ آیا مگر گھبراہٹ میں ایک کرسی سے ٹکرایا۔ ٹھوکر کی آواز نے ایک لمحہ کے لئے اس کا سانس روک دیا۔ مگر "میگن" کے آگے بڑھے بازو اور چہرہ کا زرد عکس اپنی جگہ پر قائم رہا۔ اشرٹس نے آہستہ سے کرسی سرکائی اور اُس پر چڑھ گیا اب اُس کا ہاتھ دریچہ تک پہنچا تھا "میگن" کے ہاتھ میں صدر دروازہ کی کنجی تھی۔ رات کی تاریکی میں میگن کا چہرہ بہت دھندلا نظر آتا تھا۔ اُس کے لبوں کے نیچے سفید دانتوں کی بس ایک جھلک تھی ـــــ اور اُس کے پریشان بال! ابھی تک اُس نے شب خوابی کے کپڑے نہ پہنے تھے۔ غریب چھوکری! وہ ابھی تک غالباً اس کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی "میری حسین میگن" ـ اس کی گرم انگلیاں اشرٹس کے ہاتھ میں لپٹ گئیں۔ اُس کے چہرہ پر ایک عجیب کیفیت تھی۔ جیسے کچھ بھول گئی ہو!
اُف کی آواز بھرائی۔ گلاب کی خوشبو کا ایک جھونکا اُس کے دماغ کو تر و تازہ کر گیا۔ پھر ایک کتا بھونکا، میگن نے اُس کا ہاتھ چھڑایا وہ پیچھے ہٹ گئی۔

"شب بخیر میگن!"

"شب بخیر، جناب"

وہ گئی، اشرٹس ایک آہ کر کے کرسی سے اترا اور اُسی کرسی پر

بیٹھ کر اس نے اپنے جوتے اتار ڈالے۔ اب کرنا ہی کیا ہے سوائے اس کے کہ چپکے چپکے کھسک کر اپنے بستر پر چلا جائے۔ تاہم بہت دیر تک وہ بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ اُس کے بالوں کو شبنم نے سرد کر دیا تھا مگر وہ میگن کے نیم متبسم چہرہ اور اس کے ہاتھ کی گرمی کی یاد کے نشہ میں بے خبر بیٹھا رہا۔ دروازہ کی کنجی اُس کے ہاتھ میں تھی! ........

(۵)

صبح کو وہ بیدار ہوا تو اس کی حالت ایسی تھی جیسے رات کو بہت سا کھا کر سونے والا صبح کو تھکا ہوا اور بے مزہ بیدار ہو۔ حالانکہ وہ رات بھر بھوکا رہا تھا۔ دن کی روشنی میں کل کی محبت کے واقعات کس قدر بعید اور غیر اصلی معلوم ہو رہے تھے! صبح روشن اور طلائی تھی! رات بھر میں بہار پھوٹ پڑی۔ شب بھر میں سنہرے پھولوں نے سارے سبزہ زار پر قبضہ کر لیا اور اشرٹس نے اپنے کمرہ کے دریچہ سے دیکھا کہ سیب کے پھولوں نے سارے باغیچہ پر گویا ایک گلابی اور سفید چادر ڈال دی ہے وہ اپنی خوابگاہ سے نکل کر چلا —— ڈرتا ہوا —— کہیں میگن سامنے نہ آجائے! لیکن جب بجائے میگن کے مسز نارا کومب اس کا ناشتہ لے کر آئیں تو وہ بہت مایوس ہوا۔ اِس عورت کی تیز نظر اور ہلتی ہوئی گردن

آج وہ بہت چست و چالاک معلوم ہوتی تھی۔ کیا اُس کو کچھ پتہ چل گیا؟

"رات تو آپ، معلوم ہوتا ہے، چاند کے ساتھ ساتھ ٹہلنے نکل گئے تھے مسٹر اشٹرلس، کہیں کچھ کھایا بھی؟"

اشٹرلس نے سر ہلایا۔

"ہم نے تو آپ کے لئے کھانا رکھ لیا تھا مگر معلوم ہوتا ہے آپ کو اپنے خیالات ہی سے اتنی فرصت نہ تھی کہ کسی اور بات کا خیال کرتے۔"

کیا یہ عورت اس کو چھیڑ رہی تھی، دانستہ اس کے چٹکیاں لے رہی تھی۔ اس کو طعنے دے رہی تھی؟ اور اگر کہیں اسے واقعی خبر ہو گئی ہو؟ اس خوف کے ساتھ ہی ساتھ ایک اور خیال اُس کے دل میں آیا

"نہیں جی اب میں یہاں سے چل دوں گا۔ میں بھلا اپنے کو اس مشکل صورت حالات میں کیسے پھنسا لوں!"

مگر ناشتہ کے بعد میگن کو دیکھنے کی خواہش پھر شروع ہوئی اور ہر منٹ بڑھنے لگی۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ڈرا کہ کہیں اس سے کوئی ایسی بات نہ کہہ دی گئی ہو کہ سارا معاملہ ہی خراب ہو جائے۔ اس کا نظر نہ آنا ایک جھلک بھی نہ دکھانا! اندیشہ ناک ہے! اور وہ عاشقانہ اشعار جن کا کہنا کل بہت ضروری اور دلچسپ معلوم ہوتا تھا آج بہت

حقیر اور فضول معلوم ہونے لگے۔ اس نے وہ پرچہ پھاڑ کر پھینک دیا۔ وہ محبت سے واقف ہی کب تھا۔ جب تک کہ اس نے میگن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لیا۔ اور اس کو بوسہ نہ دیا۔ اور اب؟ اب وہ محبت کے متعلق کیا جانتا ہے؟ کچھ لکھنا؟ محبت کے متعلق کس قدر فضول اور بے مزہ کام ہے محبت کہیں لکھی جا سکتی ہے! وہ اسی وقت اپنے کمرہ میں ایک کتاب لینے گیا اور یکایک اس کا دل دھڑکنے لگا وہ کمرہ میں اس کا بستر درست کر رہی تھی اشرٹس دروازہ میں کھڑا دیکھتا رہا۔ وہ بے تاب ہو گیا جب اُس نے دیکھا کہ میگن اس کے بستر پر جھک گئی اور جھک کر اس نے اس کے تکیہ کو پیار کیا ٹھیک اُس جگہ جہاں رات اس کا سر رکھا ہوا تھا کس طرح اس کو بتلاؤں کہ میں نے اس کی محبت کا یہ مظاہرہ دیکھ لیا ہے! اور اگر اس نے مجھے واپس جاتے دیکھ لیا! تو وہ کس قدر شرمائے گی! ——— میگن نے اس کے تکیہ کو اٹھا لیا اور ابھی وہ اس کے ہاتھ ہی میں تھا کہ کچھ کھٹکا سُن کر وہ پیٹی پلٹی۔

"میگن!"

اس نے اپنے رخساروں پر دونوں ہاتھ رکھ لئے، مگر اس کی آنکھیں گویا اشرٹس کی روح کے اندر سرایت کر رہی تھیں! اس وقت تک اشرٹس

کو ان شبنمی آنکھوں کی گہرائی، معصومیت اور وفاداری کا کچھ بھی اندازہ نہ تھا۔ اس کی زبان لڑکھڑانے لگی:

"تم نے بڑی عنایت کی کہ رات میرا انتظار کرتی رہیں۔"

مگر وہ خاموش تھی۔ پھر اس نے لڑکھڑاتی زبان سے کہا:۔

"میں پہاڑیوں میں گھوم رہا تھا۔ کیسی مزے دار رات تھی، معاف کرنا میں اس وقت ایک کتاب لینے آگیا تھا!"

یہ کہتے کہتے اس بوسہ کے خیال نے جو اس کے تکیہ کا لیا گیا تھا اس کو مدہوش کر دیا۔ وہ آگے بڑھا خبر نہیں کس طرح بڑھا اور اس نے اس کی آنکھوں کو چوم لیا!

معاً اس کے دل نے کہا:۔

"یہ بھی کر گزرے! کل تو خیر وہ ایک اضطراری حرکت تھی، مگر آج؟ اب کہو؟ اب تو کر گذرے!"

میگن نے اپنی پیشانی اس کے لبوں پر رکھ دی اور اُس کے لب پیشانی سے نیچے اتر کر میگن کے ہونٹوں تک آگئے! عاشق و معشوق کا وہ پہلا بوسہ! عجیب، معلوم، پاک! دونوں میں سے کس کے دل میں اس بوسہ نے زیادہ طوفان پیدا کیا؟

"سیب کے درخت کے پاس آجائیو آج رات کو

جب سب سو جائیں          میگن وعدہ کرو"

اس نے شرماتے ہوئے رک رک کر جواب دیا:۔

"میں وعدہ کرتی ہوں"

میگن کے زرد چہرہ سے، جس کا خون گویا خشک ہو گیا تھا، گھبرا کر ایشرٹس نے اس کو اپنے آغوش سے رہا کر دیا۔ اور نیچے چلا گیا

—— اب تو میں گر گذرا!"

وہ باہر جا کر کرسی پر جا بیٹھا۔ اس کے پاس کتاب بھی نہ تھی وہاں بیٹھا ہوا وہ بے معنی نظروں سے ہر طرف تک رہا تھا، گو دیکھتا کچھ بھی نہ تھا! اسے خبر نہیں کتنی دیر وہ اس طرح بیٹھا رہا کہ ایک دفعہ اس نے جو کو اپنی دہنی طرف کچھ فاصلہ پر کھڑے دیکھا۔ وہ شاید ابھی کھیتوں میں کوئی زیادہ محنت کا کام کر کے آیا تھا۔ اس کا سانس بھاری تھا۔ اس کے چہرہ کا رنگ بگڑا ہوا تھا جیسے غروب ہوتے وقت سورج کا سرخ، سیاہی مائل اور اس کے بازو قمیص کی چڑھی ہوئی آستینوں کے باہر نکلے ہوئے سیب کی طرح لال اس کے ہونٹ کھلے ہوئے تھے اور اس کی نیلی آنکھیں ایشرٹس پر جمی ہوئی!

ایشرٹس نے طنزیہ لہجہ میں جو کو مخاطب کیا:۔

"کہو جو کوئی میرے کرنے کا کام"؟

"ہاں"

"کیا"؟

"بس یہ کہ تم یہاں سے چلے جاؤ، ہمیں تمہاری ضرورت نہیں"

اسٹرلٹس کے چہرہ کا رنگ جو طبیعت کی نرمی اور کمزوری کو کبھی بھی ظاہر نہ کرتا تھا۔ اس وقت اور بھی زیادہ مغرورانہ اور امیرانہ ہو گیا:۔

بڑی مہربانی فرمائی! مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میں بہتر یہ سمجھتا ہوں کہ جو لوگ مجھ سے میرے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہوں وہ براہ راست مجھ سے کہیں، دوسروں کی زبان سے میں کچھ سننا پسند نہیں کرتا"

جو چند قدم آگے بڑھ آیا۔ اس کے جسم سے گویا غصہ کی بو آرہی تھی

"تو آخر تم یہاں ٹھہرے ہوئے کیوں ہو"؟

"صرف اس لیئے کہ میرا جی چاہتا ہے"!

اُس وقت بھی یہاں ٹھہرنے کو جی چاہے گا جب میں تمہارا گردن میں اتار دوں گا"؟

"اوہو! تو یہ ارادہ کب پورا کیجیئے گا"؟

جو کی آواز تو بند تھی۔ مگر اس کے سانس کی آواز بلند تھی اُس کی آنکھوں میں اس وقت وہ چمک تھی۔ جو غضب ناک بیل کی آنکھوں میں ہوتی

ہے۔ پھر ایک قسم کا تشنج اس کے چہرہ پر پیدا ہوا۔
میگن تمہیں نہیں چاہتی،"
اس ہانپتے ہوئے گنوار کے مقابلہ میں حسد، حقارت، نفرت اور غصہ کا ایک شدید جھونکا آیا اور آنٹرٹس بے قابو ہو کر کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا
جا، دور ہو شیطان کے حوالہ"
اور جب وہ یہ کہہ رہا تھا تو سامنے دروازہ میں میگن نمودار ہوئی اُس کی گود میں کتے کا ایک نرم ریشمی بالوں والا ننھا سا بچہ تھا۔ وہ اشٹرٹش کی طرف آئی اور کہنے لگی۔
"دیکھئے، اس بچہ کی آنکھیں کس قدر نیلی ہیں"!
"جو منہ پھیر کر چلایا، اس کی گردن کے پشت انگارے کی طرح سُرخ تھی۔ اشٹرٹش نے کتے کے بچہ کے منہ کو اپنی انگلی سے چھوا۔ وہ میگن کے سینہ سے لپٹا ہوا کس قدر پیارا معلوم ہوتا تھا:۔
یہ تو ابھی سے تمہیں چاہنے لگا۔ میگن، ساری دنیا تمہیں چاہتی ہے!"
"جو تم سے کیا کہہ رہا تھا؟"
"وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اس لئے کہ تم مجھے نہیں چاہتی ہو"!
میگن نے زمین پر پاؤں مارا اور آشرٹش کے چہرہ کی طرف دیکھا

اس محبت کی نظر نے اُس کے اعصاب کو کپکپا دیا!
"رات کو! بھولنا مت!"
"نہیں!"
اور یہ کہہ کر میگن نے اپنا منہ کتے کے بچے کے بھورے اور گداز جسم میں چھپا لیا اور گھر کے اندر چلی گئی۔
اشرٹس گلی میں ٹہلتا ہوا چلا۔ باغیچہ کے دروازہ پر اس کو لنگڑا اگائیں لے کر آتے ہوا ملا۔
"کیا اچھا دن ہے جم"
"خوب موسم ہے، مگر گھانس کے لئے اچھا نہیں۔ اس سال شاہ بلوط بعد کو پھوٹے گا، جب شاہ بلوط بعد کو
کیوں جم، تم کہاں کھڑے تھے جب تم نے جپسی بھوت کو دیکھا تھا
بس اسی جگہ جہاں سیب کا درخت ہے!"
اور کیا واقعی تمہیں یقین ہے کہ وہ بھوت تھا؟"
"لنگڑے نے ذرا رک کر کہا:۔
"میں یقین کے ساتھ تو کہہ نہیں سکتا کہ بھوت تھا یا نہیں مگر مرے دل میں تو یہی خیال ہے کہ وہ بھوت تھا۔
تم دراصل سمجھتے کیا ہو تمہارے خیال میں وہ کیا چیز تھی

لنگڑے نے اپنی آواز نیچی کر لی۔

لوگ کہتے ہیں مسٹر تاراکومب جپسی نسل سے تھے۔ مگر یہ تو کہنے کی بات ہے، کہا تو یہی جاتا ہے، مگر جپسی اپنی قوم کے آدمی کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتے، شاید ان کو خبر تھی کہ اب مسٹر تاراکومب مرنے والے ہیں اور اسی لئے ممکن ہے کہ انھوں نے اپنا ایک آدمی ان کے ساتھ جانے کے لئے بھیج دیا ہو۔ میرے خیال میں تو یہی بات ہے۔"

اچھا تو اس بھوت کی صورت کیسی تھی؟"

اُس کے سارے چہرے پر بال تھے، اور وہ ایسی حرکتیں کر رہا تھا کہ گویا اس کے ہاتھ میں ایک سارنگی یا دو تارہ ہے جس کو وہ بجا رہا تھا لوگ تو کہتے ہیں بھوت ووت کوئی چیز نہیں مگر میں نے تو رات کو کبھی کبھی کتوں کے بال کھڑے ہوتے دیکھے ہیں۔ حالانکہ مجھے تو کچھ بھی نظر نہ آیا۔"

"چاندنی رات تھی"؟

"جی ہاں۔ تقریباً پورا چاند تھا۔ چاند اُسی وقت نکلا تھا، سنہرا، سنہرا، درختوں کے پیچھے نظر آرہا تھا"

"اور بھوت جب نظر آئے تو تم سمجھتے ہو کہ کوئی مصیبت آئیگی"

لنگڑے نے اپنی ٹوپی ہٹا کر سر کھجایا اور بہت غور سے امتر الٹس

کو دیکھا:۔

"میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا، مگر لوگ سمجھتے یہی ہیں۔ یہ تو یقینی ہے کہ کوئی بات ضرور ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ کچھ لوگ ایسی چیزیں دیکھتے ہیں، کچھ نہیں دیکھتے۔ اب ہمارے جو ہی کو دیکھئے۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے کچھ رکھ دو، کبھی نہ دیکھے گا۔ اور دوسرے لڑکے سب چالاک ہیں۔ مگر ہماری میگن کو کسی ایسی جگہ کھڑا کر دو جہاں کچھ ہو، وہ فوراً دیکھ لے گی"۔

"میگن شاید حساس بہت ہے"؟

اس کا کیا مطلب"؟

"میرا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر بات کو بہت محسوس کرتی ہے۔

"جی ہاں، وہ بہت محبت کرنیوالی لڑکی ہے"۔

اشرٹس کے رخساروں پر خون چڑھ کر آیا۔ اس نے اپنی تماکو کی تھیلی لنگڑے کی طرف بڑھا دی:۔

لو جم اپنے پائپ میں تماکو بھر لو"۔

"بہت بہت شکریہ جناب! میگن سینکڑوں میں ایک ہے جناب!

میں بھی ایسا ہی سمجھتا ہوں"۔

اشرٹس اپنی تماکو کی تھیلی جیب میں رکھ کر چل دیا

"محبت کرنے والی" بلاشبہ! پھر اس "محبت کرنے والی" کے متعلق اُس کے کیا ارادے ہیں؟ وہ عرصہ تک ہرے ہرے کھیتوں میں جہاں جنگلی پھولوں کے درمیان گاؤں کے بچھڑے چرتے تھے، پھرتا رہا، لیکن ہر قدم پر ایک ہی خیال اُس کے ساتھ تھا۔ اُس محبت کرنے والی چھوکری کے متعلق مرے ارادے کیا ہیں؟" ہزاروں پرند اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔ چشموں کا پانی دھوپ میں چمک رہا تھا۔ ایک شہد کی بڑی مکھی اُس کی آستین پر آبیٹھی۔ ہر شہد کی بڑی مکھی کا مار ڈالنا یہ معنی رکھتا ہے اس ہر سیب پر جو باغ میں پیدا ہونے والا ہے حملہ کرنے والی دو ہزار مکھیاں کم ہو گئیں۔ مگر جس شخص کا دل اُس دن محبت سے معمور ہو وہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ جاندار کی جان کیوں کرلے سکے! وہ ایک کھیت میں گھس گیا، جہاں ایک بیل چر رہا تھا۔ اشرٹس کو اس بیل کی صورت جو کی صورت سے بہت ملتی جلتی معلوم ہوئی۔ مگر بیل نے اس آنے والے کی طرف ذرا توجہ نہ کی۔ گویا وہ بھی آج سُنہری چراگاہ کی چمک اور بہار کے نشہ میں مست ہے۔ اشرٹس کھیت سے گزر کر ندی کے اوپر پہاڑی پر پہنچ گیا۔ پہاڑی پر رنگ برنگ پھول کھلے ہوئے تھے۔ وہ ایک طرف گھانس پر لیٹ گیا۔ عرصہ تک وہ اس جگہ پڑا رہا اور سورج کی گردش کو تکتا رہا۔ یہاں تک کہ درختوں نے زمین کے چھوٹے پیڑوں کو

پر اپنا سایہ ڈالنا شروع کیا۔ اور اس وقت اشرلٹس کی تنہائی میں اُس کی قدیم چند شہد کی مکھیاں تھیں۔ وہ خود کچھ اپنے حواس میں نہ تھا۔

صبح کا بوسہ! اور رات کو سیب کے درخت کے نیچے ہونے والی ملاقات! ایسی خوبصورت جگہ میں پریاں تو ضرور رہتی ہوں گی پریاں اور سمندر کی دیویاں سیب کے پھول کی طرح سفید ان ہی درختوں میں آرام کرتی ہوں گی اور ان کے عاشق بھی اسی زمین پر بیٹھے ہوئے ان کا انتظار کیا کرتے ہوں گے! بہت سے ہدہد ہر طرف بول رہے تھے۔ جب اشرلٹس کی آنکھ کھلی۔ پانی کے بہنے کی آواز آ رہی تھی اور سورج پہاڑیوں کے نیچے ڈھل رہا تھا چٹانیں ٹھنڈی ہوتی جاتی تھیں اور کچھ خرگوشوں نے اپنے سوراخوں سے سر نکالنا شروع کر دیا تھا۔

"آج رات کو" اس کے دل نے کہا "آج رات کو"! جس طرح کسی نامعلوم ہاتھ کی نامعلوم اور ضدی انگلیاں ہر چیز کو اٹھا اٹھا کر کھول رہی ہوں بالکل اسی طرح اُس کا دل، اور اس کے حواس بھی، دیکھے، اٹھائے اور کھولے جا رہے تھے،

وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اُس نے سیب کا ایک شگوفہ توڑ لیا۔ یہ سب مکھیاں میگن کی ہم شکل تھیں۔ صدف کی طرح سفید، میگن کے رخسارو ں

کی طرح گلابی اور دل میں چبھنے والی۔ اس نے شگوفہ کو اپنے کوٹ کے کالر میں لگا لیا۔ موسم بہار کا سارا طوفان، اس کے دل سے، ایک کامیاب آہ کے ساتھ، پھوٹ نکلا تھا! خرگوش ہر طرف دوڑ رہے تھے!

(۶)

اُس رات کو ۱۱ بجے کے قریب، اشرلٹس نے اپنی کتاب، جس کو بغیر پڑھے وہ آدھ گھنٹے سے لئے بیٹھا تھا، ہاتھ سے رکھ دی اور صحن میں سے نکل کر باغیچہ کی طرف نکل گیا۔ چاند ابھی ابھی نکلا تھا۔ پہاڑی کی چوٹی پر بہت سنہرا نظر آ رہا تھا، اور ایک روشن چوکیدار روح کی طرح ایک درخت کی شاخوں کے خلا سے جھانک رہا تھا۔ سیب کے درختوں میں ابھی تاریکی تھی اور اشرلٹس کھڑا ہوا تھا گویا پاؤں سے ٹٹول کر سوچ رہا ہے کہ سیب کے درخت کی طرف جانے کے لئے صحیح سمت کیا ہے۔ ایک کالی کالی ڈھیری، دیوار کے پاس ہلی، اُس ڈھیری میں سے خر خراہٹ اور گر گراہٹ کی آواز نکلی۔ تین سور جو دیوار سے لگے پڑے تھے کسمسائے اور پھر اپنی تھوتھنیاں ایک دوسرے کے پیٹ میں گاڑ کر لیٹ رہے۔ اشرلٹس کان لگائے ہوئے تھا، ہوا بند تھی، مگر چشمہ کے بہنے کی

آواز دن کے مقابلہ میں اُس وقت دگنی تیز معلوم ہو رہی تھی۔ کوئی ایک چھوٹا سا جانور، معلوم نہیں کیا تھا۔ پپ پپ کئے جاتا تھا۔ اس کی پپ پپ نے رات کی خاموشی کو اور بھی اداس بنا دیا تھا۔ کہیں دُور ایک اُلو بھی بول رہا تھا۔ خاموش، ساکت، اور دھندلے درختوں میں چاند کی روشنی گویا جادو کے زور سے، ایک نئی روشنی پیدا کر رہی تھی اسٹرلنس کے دماغ میں اس وقت ایک عجیب احساس پیدا ہو رہا تھا گویا کہ وہ تنہا نہیں ہے، بلکہ کروڑوں روحیں سفید تتنگوں کی شکل میں اس کے گرد وپیش ہیں اور تاریک آسمان اور تاریک زمین کے درمیان فضا میں تیر رہی ہیں۔ کبھی اُس کی آنکھوں کے سامنے اپنے پردل کو کھولتی ہیں، کبھی بند کرتی ہیں، اُس شب کے خاموش اور حیران کر دینے والے حسن نے تھوڑی دیر کے لئے اس کو یہ بھی بُھلا دیا کہ وہ اس وقت اس جگہ آیا کیوں تھا، اسے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ وہ نور پران جو دن بھر ہر طرف محیط رہا تھا اب بھی اس رات کی خاموشی میں دوسری شکل بدل کر ہر طرف محیط ہے۔ وہ شاخوں اور ڈالیوں کی الجھنوں میں پھنستا ہوا ٹکراتا ہوا، بچتا ہوا، رکتا ہوا، آخر سیب کے درخت کے پاس جا کر ٹھہر گیا۔ سیب کا درخت وہی تھا۔ اندھیرے میں بھی اُس کی جسامت دوسرے درختوں سے دگنی تھی۔ اس کی گھنی شاخوں کے نیچے وہ گوش

برآواز کھڑا ہو گیا۔ درخت کے خشک اور گرم تنے پر اس نے ہاتھ رکھا جس کی کاٹی لگی ہوئی لکڑی میں سے ایک عجیب قسم کی خوشبو نکل رہی تھی ——— وہ آئے گی، کیا نہ آئے گی؟ ——— وہ آئے گی، ——— آ رہی ہو گی!" ان چاندنی سے مسحور درختوں کے سایہ میں اس کے دل کو شبہ اور گمان دھندلا کر رہے تھے۔ اُس جگہ کی ہر چیز گویا دُنیا سے دور تھی۔ وہ دنیا کے عشق بازوں کی جگہ ہی نہ تھی۔ وہاں تو دیوتا اور دیویاں حور اور غلماں کھیلا کرتے ہونگے! اُس کے اور گاؤں کی چھوکری کے راز و نیاز کے لئے یہ جگہ کب موزوں ہے! وہ نہ آئے تو اچھا ہے"۔ دل کبھی کبھی یہ بھی کہتا تھا۔ مگر کان اسی طرف لگے ہوئے تھے اور نامعلوم پرند کی پپ پپ جاری تھی۔ اس کی نظر کے سامنے سیب کے سفید شگوفے کس قدر بڑے بڑے اور زندہ معلوم ہو رہے تھے۔ گویا وہ ابھی اس وقت اس کے شریک حال ہیں! اس نے ایک شگوفہ توڑ کر سینہ سے لگا لیا۔ اُس شگوفہ میں تین کلیاں تھیں۔ نرم، پاک، اور نوعمر اُس نے ان کو تھوڑی دیر سینہ سے لگا کر پھینک دیا۔ یکایک اس کو دروازہ بند ہونے کی آواز آئی اور اس نے درخت کے تنے سے کمر لگا کر اپنے بازو پشت کے پیچھے تنے سے لپیٹ لئے۔ اُس کا سانس رُک گیا۔ وہ اس طرح آ رہی

تھی جس طرح کوئی روح اڑتی ہوئی آئے، ذرا بھی کھٹکا نہ ہوا۔ وہ قریب آ گئی۔ اُس کا دُھندلا جسم، درختوں کے سایہ میں ایک چھوٹے سے سرو کی صورت نظر آیا۔ اور اس کا سفید چہرہ، سیب کے سفید شگوفوں میں مل گیا! اشرسٹ نے آہستہ سے پکارا "میگن!" اور اپنے بازو کھول دیئے۔ وہ سیدھی اُس کے سینہ سے آ کر چمٹ گئی۔ اور جب اس نے اس چھوکری کے دل کی دھڑکن اپنے دل پر محسوس کی تو مردانہ حسن نوازی کے تمام جذبات اس کے اندر بیدار ہو گئے۔ یہ چھوکری دُنیا سے کس قدر ناواقف تھی کیسی سادہ دل، کچی کلی، اپنی محبت میں بے خبر، اور بے یار و مددگار! "اس اندھیری رات میں مجھے اُس کے حسن کی حفاظت کرنی چاہیے" اس نے اپنے دل سے کہا، اُس کے دل نے کہا: وہ خالص فطرت کا اور حسن کا ایک ٹکڑا ہے، وہ موسم بہار کی اس رات کا اسی قدر ایک جزو ہے جس قدر سفید شگوفہ سیب کا! پھر اُس کا حسن جو کچھ اُس کو دے وہ کیوں نہ لے! یہ کیسے ممکن ہے کہ دونوں دل بہار کے جذبات سے لبریز نہ ہو جائیں!" ان متضاد جذبات کے ساتھ اس نے میگن کو سینہ سے لگایا، اس کے نرم بالوں کو اپنے ہونٹوں سے پیار کیا۔ کتنی دیر وہ دونوں اس طرح خاموش کھڑے رہے، معلوم نہیں۔ ندی اپنا راگ الاپے گی۔ چاند آسمان پر چپکے چپکے چڑھتا رہا، شگوفے زندگی سے لبریز ہو کر پھولتے

رہے!ـــــــ اور وہ دونوں خاموش تھے! گویا ڈرتے ہیں کہ زبان کھولتے ہی جادو کا یہ سماں فنا ہو جائے گا! بہار بے زبان ہوتی ہے اس میں ہوا اور پتیوں کی ہلکی آواز کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس کی کھلنے والی کلیوں اور پھولنے والے شگوفوں میں زبان سے زیادہ قوت بیان ہوتی ہے۔ وہ اپنی ندی کے بہاؤ میں ہمیشہ کچھ ڈھونڈھتی رہتی ہے!ـــــــ

اور کبھی کبھی بہار اس طرح زندہ ہو کر آتی ہے کہ وہ ایک بعید الفہم صورت میں آکر دفعتاً عاشق و معشوق کو لپٹ جاتی ہے۔ اُن کے دلوں پر جادو کی انگلی رکھ دیتی ہے۔ اس طرح کہ لبوں پر لب رکھ کر وہ کھڑے رہتے ہیں اور سوائے ایک بوسہ کے ہر چیز کو بھول جاتے ہیں! اُس وقت جب میگن کا دل اشٹرٹس کے دل سے مل کر دھڑک رہا تھا اور اس کے لب اشٹرٹس کے دل میں کچھ بھی نہ تھا۔ سوائے ایک کیف تام کے۔ قسمت نے طے کر دیا تھا کہ وہ چھوکری اس کے سینہ سے لپٹی رہےـــــــ

محبت کی نافرمانی ممکن نہ تھی! مگر تھوڑی دیر بعد دونوں کے لب علیحدہ ہوئے اور دونوں کے درمیان فصل پیدا ہونے لگا۔ ایک عارضی جذبہ اس وقت سب سے زیادہ قوی تھا۔ اشٹرٹس نے کہا:۔

میگن! تم کیوں آئیں؟ تم نہ آئیں!

اس کے چوٹ لگی، اُس نے حیران ہو کر کہا:۔

"مگر آپ ہی نے تو مجھے بلایا تھا، جناب"!

"مری جان! مجھے اپ اور جناب نہ کہا کرو"

"تو پھر میں کیا کہوں؟

"غزینک"

"نہیں ہیں میں کیسے کہوں؟ مجھے تو شرم آتی ہے"

"مگر تم تو مجھ سے محبت کرتی ہو، نہیں کرتیں؟"

"محبت نہ کرنا تو میرے اختیار سے باہر ہے۔ میں تو ہر وقت تمہارے پاس اور تم سے قریب رہنا چاہتی ہوں"۔

"بس

"بس"

اس کی آواز بہت نیچی تھی

"میں مر جاؤں گی اگر تم میرے پاس نہ ہوگے"۔

اشرٹش نے ایک لمبا سانس لیا۔

"آؤ میرے پاس رہو، آؤ میرے ہی پاس رہو"!

اُس کیف اور اس لمحہ کی لذت سے مخمور ہو کر اُس نے کہا:۔

"چلو! ہم لندن جائیں گے، میں تمہیں دنیا کی سیر کراؤں گا، اور میں تمہاری حفاظت کروں گا، میں وعدہ کرتا ہوں، میگن! میں تمہارے

ساتھ کبھی بیوفائی نہ کروں گا!"

"بس میں تمہارے ساتھ رہوں۔ بس!"

وہ اس کے بالوں کو پیار کر رہا تھا،

"کل میں ٹار کوائی جا کر کچھ روپیہ لے آؤں گا، تمہارے لئے کچھ کپڑے خریدوں گا" تاکہ لوگ تمہارے لباس پر انگلیاں نہ اٹھائیں اور پھر ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔ اور جب ہم لندن پہنچ جائیں گے اور تم کو مجھ سے کافی محبت ہو گی تو میں تم سے شادی کر لونگا" جلد

اُس کے سر کی حرکت سے وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ کانپ رہی ہے۔

"یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ نہیں نہیں، میں تو بس تمہارے پاس رہنا چاہتی ہوں"۔

مگر اشرلٹس اپنے دل کے تقاضوں میں مست، کہے چلا گیا:

"تو کیا میں تمہارے قابل نہیں ہوں، میں اس قابل نہیں ہوں کہ تم مجھ سے شادی کرو، کیوں میگن! تم نے کب مجھ سے محبت کرنی شروع کی؟"

جب میں نے تم کو پہلی دفعہ سڑک پر دیکھا تھا اور تم نے مجھ پر نظر ڈالی تھی۔ اُسی شب میرے دل میں محبت پیدا ہوئی۔ مگر مجھے کبھی گمان نہ تھا کہ تم بھی مجھے چاہو گے"

وہ دفعتہً بیٹھ گئی اور اس کے قدموں کو چومنے کی کوشش کرنے لگی۔ اشر لٹس گھبرا گیا۔ اُس نے اُس کو گود میں بھر کر اٹھا لیا اور سینہ سے چمٹا کر وہ پریشان ہو گیا کہ کیا کہے۔

"تم مجھے کیوں روکتے ہو؟"

"نہیں مری جان! میں تمہارے پاؤں چوموں گا!"

اُس کی مسکراہٹ دیکھ کر اشر ٹلس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُس کے چہرہ کی سفیدی میں جس پر اب چاندنی شعاعیں پڑ رہی تھیں، ہیبب کے شگوفہ کا، عام انسانیت سے بعید ایک عجیب حسن دمک رہا تھا۔ لیکن یکایک وہ چونکی، اُس کی آنکھیں پھٹ گئیں اور وہ سراسیمہ ہو کر سامنے پہاڑی کی طرف تکنے لگی۔ اس کے سینہ سے الگ ہو کر اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا:-

"وہ دیکھو، اِدھر دیکھو"

اشر ٹلس نے دیکھا مگر سوائے ندی کے جس کا پانی چاند کے عکس سے جگمگا رہا تھا، گھانس پر چاندی کے ملمع، اور اُس چاندنی کی چادر کے جو پہاڑیوں پر پھیلی ہوئی تھی اس کو کچھ بھی نظر نہ آیا

"جپسی کا بھوت!"

"کدھر، کہاں"

"وہ دیکھو، درختوں کے نیچے پتھر پر!"

وہ تڑپ کر ندی کی دھار کو کود گیا اور درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھا۔ چاندنی عکس دھوکہ دے رہا ہے، اور کچھ بھی نہیں! بڑے بڑے پتھروں اور جھاڑیوں سے گزرتا ہوا، بڑبڑاتا، بگڑتا۔ کچھ کچھ خوف زدہ بھی وہ ٹھوکریں کھاتا بڑھتا چلا گیا لغو، فضول احمقانہ!

اب وہ پھر سیب کے درخت کی طرف لوٹا، مگر وہ جا چکی تھی اُس کے لباس کی سرسراہٹ اس نے سُنی، پھر دروازہ بند ہونے کی آواز آئی مگر اُس جگہ باغیچہ میں اب اس کی بجائے تنہا سیب کا درخت کھڑا تھا وہ درخت کے تنے سے چمٹ گیا میگن کے نرم جسم کی بجائے تنے کی کائی اس کے چہرہ کو چھو رہی تھی میگن کے نرم رخساروں کا کیا عجیب نعم البدل!

البتہ جنگل کی سوندھی اور بھینی خوشبو کچھ کچھ ضرور میگن کے بسے ہوئے جسم سے آتی تھی! مگر اس کے سر پر اور اس کے گردوپیش شگوفوں کی روح زیادہ بیدار، ان کا جسم چاند کی روشنی میں زیادہ روشن نظر آیا، وہ چمک رہے تھے اور گویا سانس لے رہے تھے۔

ٹارکوای کے اسٹیشن پر ٹرین سے اتر کر اشرسٹ سمندر کے ساحل پر کچھ دیر ٹہلتا رہا۔ وہ انگلستان کے اس خوبصورت شہر سے واقف

نہ تھا۔ اُس کو اپنے لباس کے بدوضعی کا بھی احساس نہ تھا۔ اُسے خبر نہ تھی کہ لوگ اس کے بھدے اور موٹے لباس کو کس نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ اپنے موٹے شکاری کپڑے، میلے جوتے اور پرانی ٹوپی پہنے چلا جا رہا تھا اور لوگ اس کی وضع قطع کو تعجب کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ وہ لندن کے ایک بنک کا دفتر تلاش کر رہا تھا۔ جب وہ دفتر میں پہنچا تو اس کی خود فراموشی اور بے پرواہی میں کچھ کمی ہوئی۔ اُس سے دریافت کیا گیا کہ ٹار کوائی میں اُس کا شناسا کوئی شخص ہے۔ کوئی بھی نہ تھا۔ تو پھر جب تک لندن کے دفتر سے تصدیق نہ کر لی جائے روپیہ نہیں مل سکتا۔ بہت اخلاق کے ساتھ اس کو یہ جواب دیا گیا۔ کاروباری دنیا کی اس بدگمانی نے ذرا اس کے نشہ کو کم کیا۔ اس نے لندن کو تار دیا۔ تار گھر کے قریب ہی اُس نے ایک دکان دیکھی جس میں بہت سے زنانہ لباس رکھے ہوئے تھے۔ وہ دکان کی نمائشی کھڑکیوں کو عجیب محسوسات کے ساتھ تکنے لگا۔ اپنی دہقانی معشوقہ کے لئے لباس خریدنے کا کام ذرا الجھا دینے والا تھا۔ مگر وہ دکان کے اندر گیا۔ ایک نوجوان عورت اس کی طرف بڑھی۔ اسکی آنکھیں نیلی تھیں اور پیشانی پر تفکر و استعجاب کی چند شکنیں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ انشرلش اس کی آواز سن کر چونکا:

"فرمائیے جناب!"

"مجھے ایک نوجوان خاتون کے لئے کچھ لباس خریدنا ہے۔"

عورت مسکرائی، اشرلٹس نے تیوڑھی چڑھائی۔ پھر دفعتہً اس کو خود ہی محسوس ہوا کہ وہ بھی کیا عجیب قسم کا خریدار ہے! دکان والی نے کہا:

"کس طرح کا لباس آپ کو درکار ہے؟ بہت جدید وضع کا؟"

"جی نہیں، سادہ لباس چاہتا ہوں۔"

"خاتون کی جسامت کیا ہوگی؟"

"یہ تو میں نہیں کہہ سکتا، شاید آپ کے قد سے کوئی دو انچ کم۔"

"کیا آپ ان کی کمر کا ناپ دے سکتے ہیں؟"

وہ کھو گیا! میگن کی کمر"۔ "میگن کی کمر۔ اس نے جواب دیا:

وہی معمولی ناپ سمجھ لیجیے، بس متوسط"۔

"بہتر"

عورت دوسری طرف گئی اور وہ لباسوں کے اس نمائش گاہ کو دیکھنے لگا۔ اس کے دل میں عجیب عجیب خیالات آرہے تھے۔

میگن اس لباس میں! میری میگن کی یہ وضع قطع! کیا اس پر اپنی پورانی ٹوپی، موٹے لباس، موٹی قمیص کے علاوہ بھی کوئی لباس بھلا معلوم ہو سکے گا؟ دوکان والی چند لباس اپنے ہاتھوں پر لٹکائے ہوئے لائی، اور اس نے ہر لباس اپنے جسم پر پھیلا پھیلا کر دکھانا شروع کیا، ایک لباس

فاختئی رنگ کا اشرٹس کو پسند آیا مگر میگن اس لباس میں
کیسی عجیب معلوم ہو گی! وہ حیران تھا کہ کیا کرے۔ عورت اور چند
لباس لے کر آئی۔ مگر اشرٹس گھبرا گیا تھا۔ اس کی تلاش سست ہو چلی تھی
لباس کے انتخاب کا ذوق وشوق ٹھنڈا ہوتا جاتا تھا کیوں کر انتخاب کیا جائے
میگن کو اس لباس کے ساتھ جوتوں موزوں اور دستانوں کی بھی ضرورت
ہو گی اور فرض کرو کہ جب یہ سارا سامان اس کو مل گیا اور پھر چند روز بعد
اس وضع قطع سے وہ اکتا گئی۔ جس طرح گاؤں کے لوگ اکتا جایا کرتے ہیں
پھر؟ کیوں کر نہ میگن اپنے ہی لباس میں سفر کرے؟ مگر اس کی
انگشت نمائی بھی تو کرانی مناسب نہیں : پھر اس نے
دکان والی کی طرف دیکھ کر سوچا "خدا جانے کہیں یہ عورت میرے راز
کو سمجھ تو نہیں گئی، وہ کہیں مجھے بدمعاش تو نہیں سمجھتی!
"کیا آپ مہربانی کر کے یہ فاختئی رنگ کا لباس میرے لئے الگ رکھ
لیں گی۔ میں اس وقت کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا، شام کو آ کر طے کر دونگا"
عورت نے مایوسی کا ایک سانس لے کر کہا :-
"بہت بہتر میں انتظار کروں گی۔ مگر یہ لباس ہے بہت وضعدار
آپ کو اس سے بہتر چیز ملے گی نہیں؟
"ہاں! میں یہی سمجھتا ہوں"

یہ کہہ کر اشرلٹش دکان سے نکلا۔

دنیا کی کاروباری سخت گیری اور بدگمانی سے بچ کر نکلنے کے بعد اُس نے پھر ایک لمبا سانس لیا اور اپنی دنیائے خیال میں اڑنے کے لئے پر کھول دیئے۔ اُس نے اپنے تصور میں پھر اس وفادار حسین چھوکری کو دیکھا جو اپنی زندگی اس کی زندگی کے ساتھ وابستہ کرنے والی تھی اس نے دیکھا کہ وہ اس کے ساتھ اپنے گھر سے چھپ کر نکل رہی ہے، وہ دونو چاندنی رات میں جنگل کی طرف جا رہے ہیں، اُس کا ہاتھ اس کی کمر میں ہے۔ وہ اُس کا نیا لباس ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ صبح کے قریب جنگل کے ایک گوشہ میں وہ اپنا لباس تبدیل کرتی ہے۔ پھر ایک اسٹیشن سے وہ دونوں ٹرین میں سوار ہو جاتے ہیں جو ان کو ان کے عشق کی پہلی منزل کی طرف لے جاتی ہے۔ وہ لندن کے ہجوم میں مل کر غائب ہو جاتے ہیں اور محبت کا خواب سچا ثابت ہوتا ہے!!

"فرہنگ اشرلٹش! ارے تم کہاں؟ ارے یار رنگیں کے بعد آج تم نظر آئے ہو!"

اشرلٹش کی پیشانی کی شکنیں کھل گئیں۔ اُس کے سامنے اس کے ایک پرانے دوست کا چمکتا ہوا چہرہ تھا اُس قسم کا چہرہ جس میں اندر اور باہر دونوں طرف سے خوشی اور بے فکری کی روشنی

پیدا ہوا کرتی ہے۔ اشٹرلش نے کہا

"فلپ ہالیبڈے! تم کہاں؟ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

"کچھ بھی نہیں، ذرا ادھر ادھر سیر کر رہا تھا۔ بنک سے کچھ روپیہ لینا تھا۔ میں ایک گاؤں میں ٹھہرا ہوا ہوں"۔

"دوپہر کا کھانا کہاں کھاؤ گے؟ آؤ ہمارے ساتھ کھاؤ، مرے ساتھ مری بہنیں بھی ٹھہری ہوئی ہیں۔ وہ کھسرا میں مبتلا ہو گئی تھیں"۔

دوستی کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں پڑ گیا، اور وہ دونوں اس طرح باتیں کرتے ہوئے پہاڑیوں پر چڑھتے اترتے چلے جا رہے تھے۔ ہالیبڈے نے جس کی آواز سے شادمانی ظاہر ہوتی تھی اور جس کا چہرہ خوشی سے روشن تھا کہ جس مقام پر وہ ٹھہرا ہوا ہے وہاں صرف دو چیزیں پر لطف ہیں، کشتی اور دریا میں غسل۔ وہ اسی طرح ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے ہوٹل کے قریب چڑھائی پر آ گئے، سمندر سے ذرا ہٹی ہوئی مگر بلندی پر ہوٹل کی عمارت تھی۔ جس میں دونوں داخل ہوئے۔

"آؤ۔ میرے کمرہ میں آکر منہ ہاتھ دھو ڈالو، کھانا بھی بس تیار ہی ہوگا

اشٹرلش نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی۔ گاؤں کے مکان میں محض ایک کنگھی اور ایک سفید قمیص پر گزر کرتے کرتے یکایک پندرہ دن بعد اس کمرہ میں آنا جو ہر قسم کے لباسوں اور جسم کی آرائش کے سامان

اُس کے دل میں ایک عجیب خیال آیا" ہے پھٹا پڑا تھا
"عجیب! حقیقت مشکل سے سمجھ میں آتی ہے
وہ دنیا اور یہ، دونوں کس قدر مختلف ہیں!"
وہ خود بھی اچھی طرح نہ سمجھا، مگر اس نے بات کیا تھی
محسوس کیا کہ گویا اس کمرہ میں آکر اس کے اندر کوئی انقلاب پیدا ہوا
جب وہ ہالیڈے کے پیچھے پیچھے نشست کے کمرہ میں آیا تو
تین، بہت حسین اور نیلی آنکھوں والے چہرے دفعتہً، ہالیڈے کی
آواز سن کر اس کی طرف مڑے۔
"یہ میرے دوست فرینک اشرلٹس ہیں یہ مری
بہنیں ہیں"
"تو بہت نوعمر تھیں، انکی عمر ۱۱ اور ۱۱ سال سے زیادہ نہ تھی۔
تیسری کوئی ۱ برس کی تھی، دراز قد، بھورے بال، سرخ اور سفید
رخسار، سر کے بالوں کے مقابلہ میں ابرو زیادہ گہرے رنگ کے،
آواز تینوں کی ملتی جلتی جیسے خود ہالیڈے کی بلند اور بشاش وشادماں
وہ تینوں کھڑی ہوگئیں۔ اشرلٹس سے ہاتھ ملائے اور بہت غور سے
اس کی طرف دیکھا۔ پھر وہ تینوں آپس میں باتیں کرنے لگیں، شام
کو کیا کرنا ہے، کہاں جانا ہے، کس تفریح میں وقت گذارنا ہے وغیرہ

وغیرہ۔ گاؤں کے بعد اب یہ شستہ، بے تکلف اور دلچسپ گفتگو، یہ صفائی اور شائستگی۔ پہلے تو انٹرلٹس کو کچھ عجیب سی اور نئی نئی معلوم ہوئی۔ پھر وہ تھوڑی دیر میں اس فضا میں اس طرح تیرنے لگا جیسے دریا کا تیراک، گاؤں کی زندگی دفعتًہ اس کو دور اور بعید معلوم ہونے لگی۔ جیسے وہ گویا بہت پرانی بات تھی۔ چھوٹی لڑکیوں کے نام سبینا اور فریڈا تھے۔ سب سے بڑی کا نام اسٹیلا تھا۔

جس کا نام اسٹیلا تھا وہ اس کی طرف مخاطب ہوئی:

کیا آپ ہمارے ساتھ مچھلی پکڑنے نہ چلیں گے؟ بڑا لطف آتا ہے۔"

"اس غیر متوقع بے تکلفی سے قدرے متعجب ہو کر انٹرلٹس نے جواب دیا

"مجھے افسوس ہے، میں تو شاید نہ جا سکوں گا۔ اس لئے مجھے آج ہی شام کو واپس جانا ہے"

"افسوس"

"مگر آپ اپنی روانگی ملتوی نہیں کر سکتے"

انٹرلٹس سبینا کی طرف مخاطب ہوا جس نے التوا کی یہ تجویز پیش کی تھی، وہ سر ہلا کر مسکرایا چھوٹی لڑکی بہت حسین تھی۔

سبینا نے پھر ایک مایوسانہ انداز میں کہا

آج رک جائیے نا؟

پھر گفتگو سمندر کی کھاڑیوں اور تیراکی کے متعلق شروع ہوگئی

کیا آپ زیادہ دور تک تیر سکتے ہیں"؟

"جی ہاں، کوئی دو میل"

"دو میل"

خوب، آپ اتنی دور تک تیر لیتے ہیں"

اکٹھی چھ آنکھیں اس کے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں، سب کی سب اُس کو تعجب کی نظر سے دیکھ رہی تھیں۔ وہ گویا دفعتاً بہت ہی باوقار انسان بن گیا تھا۔ اپنی اہمیت کا یہ احساس کس قدر خوشگوار تھا ہالینڈ سے نے کہا:۔

"بھئی۔ اب تو تمہیں ٹھہرنا ہی پڑے گا۔ آج رات تو ٹھہر ہی جاؤ۔

"ہاں، ہاں، ضرور ضرور ٹھہر جایئے"۔

مگر اشرٹس نے پھر مسکرا کر سر ہلایا۔ پھر باتوں باتوں میں اُس کے ورزشی کارناموں کا تذکرہ چھڑ گیا۔ وہ اپنے کالج میں کشتی کا بہت اچھا کھویا سمجھا جاتا تھا۔ کالج کی فٹ بال ٹیم میں وہ اچھا کھلاڑی مشہور تھا۔ ایک میل کی دوڑ میں وہ پہلا انعام لے چکا تھا یہ باتیں ہوتی رہیں اور کھانا ختم ہونے تک تو وہ گویا ایک مشہور و معروف کھلاڑی سمجھا جانے لگا! چھوٹی لڑکیاں تو سر ہو گئیں کہ وہ ان کے ساتھ جا کر

سمندر کے ساحل پر اس خاص کھاڑی کو ضرور دیکھیں جوان بچیوں کو بہت پسند تھی۔ غرضکہ کھانے سے فارغ ہوتے ہی وہ سب کے سب چل پڑے، بچیاں انسٹرٹس کو گھیرے ہوئے ہدہد کی طرح چہکتی چلی جارہی تھیں۔ اسٹیلا اپنے بھائی کے ساتھ پیچھے پیچھے آرہی تھی۔ یہ کھاڑی ویسی ہی تاریک اور مرطوب تھی جیسی کہ تمام کھاڑیاں ہوتی ہیں۔ مگر اس میں ایک چھوٹا سا پانی سے بھرا ہوا پوکھر بھی تھا۔ جس میں قسم قسم کے کیڑے تھے جن کو بچے پکڑ پکڑ کر بوتلوں میں بند کرتے تھے۔ سابینا اور رفریڈا جن کے پاؤں میں موزے بھی نہ تھے، پانی میں گھس گئے اور انسٹرٹس کو بھی بلانے لگے کہ وہ بھی آکر پانی میں سے کیڑے پکڑے۔ اس نے بھی اپنے بوٹ اور موزے اتار ڈالے۔

جب کوئی شخص حسن کا احساس اور حسین چیزوں کو دیکھنے والی نظر رکھتا ہو۔ جب حسین بچے اس کے سامنے پانی میں کھیل کود رہے ہوں اور ایک سمندر کی دیوی کنارے پر کھڑی تماشا دیکھ رہی ہو تو وقت بہت جلد گذر جاتا ہے۔ انسٹرٹس یوں بھی کبھی وقت کا اندازہ کرنا جانتا ہی نہ تھا۔ جب اس نے اپنی گھڑی نکال کر دیکھی تو گھبرا گیا۔ تین بج چکے تھے! اب تو بنک سے روپیہ بھی نہ مل سکے گا اس کے چہرہ کا رنگ دیکھ کر چھوٹی بچیاں بغلیں بجا کر چلائیں۔

آہا ہا! اب تو آپ کو ٹھہرنا ہی پڑے گا۔

اس وقت اسٹرلنگ کی نظروں کے سامنے میگن کا چہرہ تھا جس سے اس نے صبح ناشتہ کے وقت کہا تھا "میری جان! میں اب ٹارکوائی جا رہا ہوں تاکہ تمہارے لئے سب سامان لے آؤں۔ شام کو آجاؤں گا اور اگر موسم اچھا رہا تو ہم آج ہی رات کو چل دیں گے تیار رہنا!" اس کی نظر میں وہ سماں تھا جب اس کے یہ الفاظ میگن نے بڑے شوق سے سنے اور خوشی سے کانپنے لگی۔ وہ کیا سمجھے گی اگر میں واپس نہ پہنچا     وہ سنبھلا۔ اس نے دیکھا کہ وہ لڑکی جو کنارے پر کھڑی تھی، بہت غور سے اس کے چہرہ کا مطالعہ کر رہی ہے     اگر ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کے دل میں کیا ہے۔ اگر ان کو خبر ہو جائے تو وہ آج ہی رات کو     سب سے متنفر ہو کر چل دیں گے وہ اس غار میں اکیلا رہ جائے گا     غرضکہ کچھ غصہ میں، کچھ شرما کر، کچھ چڑ چڑا کر اس نے گھڑی جیب میں رکھ لی۔

"جی ہاں! آج تو مجھے ٹھہرنا ہی پڑے گا۔

"آہا ہا! اب تو آپ ہمارے ساتھ سمندر میں غسل کرنے چلیں گے آہا ہا"

ان چھوٹے بچوں کی خوشی اور بے فکری اور اسٹیلا کے ہونٹوں کے تبسم سے متاثر نہ ہونا مشکل تھا۔ پھر ہالیڈے کا خوش ہو کر کہنا

"واہ دوست، خوب ہوا، تم ٹھہر گئے، شب خوابی کے کپڑے مجھ سے لے لینا۔"

لیکن پھر ندامت اور پشیمانی نے اس کے دل میں چٹکی لی، اور اُس نے کچھ افسردہ ہو کر کہا:

"اچھا تو میں تار دے دوں۔"

جب سمندر کی کھاڑی کی دلچسپیوں سے دل سیر ہو گیا تو وہ سب ہوٹل واپس گئے۔ اشٹرلٹس نے مسز نارا کو سب کے نام تار دیا۔ "افسوس کہ آج رات کو یہاں ٹھہرنا پڑا۔ کل واپس پہنچوں گا"

اب تو میگن کو اطمینان ہو جائے گا کہ کام زیادہ تھا اس لئے مجھے ٹھہرنا پڑا۔ یہ خیال کر کے اس کا دل قدرے ہلکا ہو گیا۔

شام کا وقت بہت پُر لطف تھا۔ سمندر رسا کن اور بالکل نیلا تھا۔ اشٹرلٹس کو تیرنے کا بہت شوق تھا۔ پھر ان چھوٹے بچوں کی محبت آمیز اصرار نے اس کو مجبور کیا۔ اُس کے دل کی عجیب حالت تھی۔ اُن بچوں کی پیاری صورتیں، اسٹیلا کا حسین اور روشن چہرہ، ان لوگوں کی شائستگی یہ سب چیزیں اشٹرلٹس کے لئے گویا زندگی کا ایک آخری نظارہ تھا میگن کو ساتھ لے کر غوطہ لگانے سے پہلے اس نے اپنا تیراکی کا لباس لے لیا اور وہ سب کے سب سمندر کی طرف چل

دئے۔ ہالیڈے نے اور اس نے ایک چٹان کی آڑ میں کپڑے بدلے اور تینوں لڑکیاں دوسری چٹان کی آڑ میں چلی گئیں۔ سب سے پہلے وہی سمندر میں گھسا اور اپنی شہرت کو قائم رکھنے کے لئے اس نے بہت زور شور سے تیرنا شروع کر دیا۔ وہ بہت آگے نکل گیا اور جب اس نے لوٹ کر دیکھا تو ہالیڈے کو ساحل کے قریب ہی قریب تیرتے ہوئے پایا۔ چھوٹی بچیاں بھی ساحل کے قریب چھوٹی چھوٹی موجوں پر جھکولے لے رہی تھیں۔ وہ زیادہ گہرے پانی میں تیرنے سے ڈرتی تھیں اور راشرسٹ کا نفس ان کی اس گھبراہٹ سے خوش ہوتا تھا، گویا وہی سب سے اچھا تیرنے والا ہے، جب وہ تیرتے تیرتے پھر ان کے قریب پہنچا تو اس نے زیادہ قریب جانے سے احتراز کیا۔ مگر سابینا نے اس کو آواز دے کر بلا لیا اور فرمائش کی کہ اس کو چت تیرنا سکھائے۔ وہ ان بچوں کے ساتھ اس قدر مصروف تھا کہ اس کو اسٹیلا کی طرف دیکھنے کا موقع بھی نہ ملا لیکن یکایک اس نے اسٹیلا کی گھبرائی ہوئی آواز سنی۔ وہ کمر کمر پانی میں کھڑی تھی۔ ذرا آگے کو جھکی ہوئی۔ اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے، اس کا پانی سے تر چہرہ دھوپ میں سکڑا ہوا، وہ انگلی سے اشارہ کر رہی تھی اور اس کے چہرہ پر خوف کا اثر تھا۔

ذرا افل کو دیکھئے، وہ کس طرح تیر رہا ہے، خیریت تو ہے، ذرا اس

طرف دیکھئے"۔

اشر لٹس فل کی طرف دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ خیریت نہیں ہے۔ فل کوئی سو گز کے فاصلہ پر گہرے پانی میں پہنچ کر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ دفعتاً اُس نے ایک چیخ ماری، اس کے ہاتھ ہوا میں بلند ہوئے اور وہ پانی کے نیچے بیٹھ گیا۔ اشر لٹس نے دیکھا کہ اسٹیلا نے اس طرف جانے کے لئے تیرنا شروع کیا مگر اس نے اس کو آواز دے کر روکا۔

اسٹیلا! واپس جاؤ، واپس جاؤ" یہ کہہ کر وہ فل کی جانب تیزی سے تیرتا ہوا بڑھا۔ ہالیڈے کا سر دوسری دفعہ سطح پر ظاہر ہوا اور اشر لٹس نے اس کے پیچھے پہنچ کر اس کو سنبھال لیا۔ دراصل وہ تیرتے تیرتے تشنج میں مبتلا ہو گیا تھا اور اس کا نکال لانا کچھ مشکل بھی نہ تھا اس لئے کہ اس نے زیادہ ہاتھ پاؤں نہیں مارے۔ کنارے کے قریب اسٹیلا نے بھی ہاتھ لگایا۔ اور دونوں مل کر ہالیڈے کو صحیح و سالم ساحل پر لے آئے۔ جسم کی تھوڑی سی مالش کے بعد ہالیڈے ٹھیک ہو گیا۔ مگر چھوٹی بچیاں بہت خوفزدہ ہو کر اس کی طرف تک رہی تھیں۔

"یہ کیا بیہودگی میں نے کی؟" ہالیڈے نے کچھ شرماتے، کچھ مسکراتے ہوئے کہا:۔

فرینک ذرا سہارا دو تو میں کپڑے پہن لوں"۔

اشٹرلٹس نے سہارا دیا اور جب وہ سہارا دے رہا تھا تو اُس کی نظر اسٹیلا پر پڑی جس کا چہرہ ابھی تک گھبرایا ہُوا اور متردد تھا۔ اشٹرلٹس دل میں سوچ رہا تھا۔

"میں نے گھبراہٹ سے اس کو اسٹیلا کے نام سے پکار اٹھا کہیں اس کو ناگوار تو نہ ہُوا ہو۔

جب وہ دونوں چٹان کے پیچھے کپڑے پہن رہے تھے تو ہالیڈے نے بہت آہستہ سے کہا:

"آج دوست تم نے میری جان بچالی"

یہ کیا خرافات ہے، فضول مت بکو"

کپڑے پہن کر یہ سب ہوٹل کی طرف چل دیئے۔ وہاں پہنچ کر چاء پینے بیٹھ گئے۔ ہالیڈے اپنے کمرہ میں جاکر لیٹ رہا۔ روٹی اور مربے کے دو چار ٹکڑے کھا لینے کے بعد سینا بولی:۔

اجی سنئے تو، میں کہتی ہوں آپ بڑے بہادر ہیں!"

اشٹرلٹس نے دیکھا کہ اسٹیلا کی نظریں نیچی تھیں۔ وہ اٹھ کر دریچہ کی طرف چلا گیا۔ اس نے وہاں کھڑے کھڑے سنا کہ اسٹیلا کہہ رہی ہے:۔

ارے سنو لو، آؤ خون سے خون ملا کر عہد کریں،۔ فریدا تمہاری چھُری کہاں ہے؟"

اشٹرلش کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا، اُن دونوں نے اپنے جسم سے ایک ایک قطرہ خون کا نکالا اور کاغذ پر بوندیں ٹپکا کر کچھ کہنا شروع کیا اشٹرلش دروازہ کی طرف چلا،

نیوے کی طرح کدھر بھاگے، اجی یہاں آؤ، یہاں تو آؤ"

اُس کے دونوں ہاتھ بچیوں نے پکڑ لیئے اور وہ کشاں کشاں میز کی طرف لایا گیا۔ میز پر ایک نقشہ بنا ہوا رکھا تھا۔ کاغذ کے ٹکڑے پر خون سے تین نام لکھے گئے تھے۔ اسٹیلا، ہالیڈے، سینا، ہالیڈے فریدا ہالیڈے اب خون سے لکھے گئے تھے اور ان ناموں میں سے ایک خون کی لکیر ستارہ کی کرن کی طرح نیچے کی طرف کھچی ہوئی تھی۔

یہاں آپ کا نام ہے اب آپ جانتے ہیں آپ کا بوسہ لیا جائے گا!"

اور فریڈا چلائی۔

"ہاں ہاں! لیا تو جائے گا، یہی قاعدہ ہے!

پہلے اس سے کہ اشٹرلش بھاگ سکے اس کے چہرہ پر بھیگے ہوئے لمبے بال چپک گئے، اور اس کی ناک پر کوئی چیز چبھی۔ اس کے بازو پر جیسے کسی نے دانت لگایا ہو، پھر ایک دانت اس کے گال پر لگا اس کے بعد وہ چھوڑ دیا گیا اور فریدا کہنے لگی:

"لو آؤ اسٹیلا! اب تم!"

اشر لٹس کا چہرہ سرخ اور جسم اکڑا ہوا تھا، اُس نے میز کی طرف دیکھا، اسٹیلا کا چہرہ بھی سرخ اور جسم اکڑا ہوا تھا۔ سبینا کھلکھلاتی، فریدا چلائی:

"اُٹھیے، اٹھیے، سارا معاملہ خراب نہ کیجیے!"

اشر لٹس کے دل کو ایک شرم ملی ہوئی خواہش نے گدگدایا۔ پھر اس نے سنجیدہ صورت بنا کر بچوں کو ڈانٹا،

"بھاگو! خاموش! شیطان!"

سبینا پھر کھلکھلائی،

اچھا یوں کیجیے۔ اسٹیلا اپنے ہاتھ کو خود چوم لیں اور آپ اسی ہاتھ کو اپنے گال سے لگا لیں ٹھیک ہے نا؟"

اشر لٹس حیران رہ گیا جب اسٹیلا نے جلدی سے اپنے ہاتھ کو چوما اور چوم کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ خاموشی سے اس نے اس نازک ہاتھ کو اپنے ہاتھ لے کر گال سے لگا لیا۔ دونوں بچوں نے خوب تالیاں بجائیں

اب تو جب ضرورت ہو ان کی جان کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہوگا۔ اب یہ بات پکی ہوگئی لاؤ اسٹیلا ایک پیالہ چائے تو اور دو ذرا تیز ہلکی نہ ہو!

پھر جب چاء پینے لگے اور اشرلٹس نے اس کاغذ کو لپیٹ کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ بچیوں نے پھر ٹر ٹر شروع کر دی، کھسرا کے فائدے، نارنگیوں کی خوبیاں، چمچہ بھر شہد کا مزا، سبق کی چھٹی۔ مدرسہ کی تعطیل غرض دنیا بھر کی گپ۔ جو جی میں آیا بکتی رہیں۔ اشرلٹس خاموش بیٹھا سنتا رہا۔ کبھی وہ ایک نظر اسٹیلا کے چہرہ پر ڈال لیتا تھا۔ اب اُس چہرہ کا رنگ پھر اصلی حالت پر آ گیا تھا۔ اشرلٹس اس گھر کے خالص زندگی میں بے تکلف ہو کر بہت خوش تھا۔ چائے کے بعد جب دونوں بچیاں سمندری گھاس سے کھیل رہی تھیں اشرلٹس دریچہ میں بیٹھا ہوا اسٹیلا سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ اور اس کی بنائی ہوئی رنگین تصویریں دیکھتا رہا اُس وقت کا سماں اس کے لئے گویا ایک خواب تھا۔ وقت نے اپنی رفتار روکدی تھی اور گویا زندگی کے تمام آیندہ واقعات ملتوی ہو گئے تھے۔ کل وہ پھر میگن کے پاس چلا جائے گا۔ اور آج کی دلچسپ زندگی کا کوئی حصہ اس کے پاس باقی نہ رہے گا سوائے اُس کاغذ کے پرزے کے جس پر ان بچیوں کا خون لگا ہوا ہے

بچے بچیاں، اسٹیلا بھی کیا ذرا سی بچی ہے؟ میگن ہی کی ہم عمر ہو گی۔ اسٹیلا کی گفتگو اس وقت ذرا تیز، شرمائی ہوئی مگر بہت دوستانہ تھی۔ اشرلٹس کی خاموشی اسٹیلا کی زبان کی روانی کو تیز کر رہی

تھی! وہ خاموش تھا اور اسٹیلا مزے مزے کی باتیں کئے جا رہی تھی،
کھانے پر ہالینڈ بے تو شریک نہ ہوا وہ سمندر کا کھاری پانی
بہت پی گیا تھا سبینا کھانا کھاتے کھاتے بولی
میں آپ کو آیندہ سے "فرینک" کہا کروں گی"
فریڈا نے کہا
"ہاں ٹھیک ہے! میں بھی! فرینک، فرینک، فرینکی"!
اشٹرلٹس کے چہرے پر ہنسی کھیل رہی تھی مگر اُس نے گردن جھکالی
دیکھئے جناب! اب جتنی دفعہ اسٹیلا آپ کو محض مسٹر اشٹرلٹس کہہ کر
پکاریگی اس کو جرمانہ دینا پڑیگا. تم نے سنا اسٹیلا؟ یہ حرکت لغو ہے سمجھیں؟
اشٹرلٹس نے اسٹیلا کی طرف دیکھا، اسٹیلا کے چہرہ کا رنگ زیادہ
سُرخ ہو گیا تھا. سبینا کھکھلائی فریدا چلائی،
ارے، ارے! دیکھنا، اسٹیلا کے منہ کو آگ لگی ہوئی ہے —
اب دھواں نکلے گا"!
اشٹرلٹس نے یکایک داہنے بائیں دونوں بال اپنی مٹھیوں
میں پکڑ لئے:-
"نہیں مانوں گی، نہیں مانوں گی، اسٹیلا کو دق کئے جاؤ گی،
اچھا میں تم دونوں کو پکڑ کر باندھ دوں گا شیطان، شریر"!

فریڈا کے حلق سے ایسی آواز نکلی کہ گویا غرارہ کر رہی ہے!
"اُوف ۔ آپ کیسے جانور ہیں!"
سبینا نے ذرا سنبھل کر کہا:
"دیکھئے جناب آپ کو اسٹیلا کو اسٹیلا کہہ کر پکارنا ہو نا! سمجھے آپ"
"ہاں کیوں نہیں! اس میں حرج ہی کیا ہے بڑا اچھا نام ہے"
بہت ٹھیک ، بس اب آئندہ اسٹیلا کو اسٹیلا ہی کہئے ۔ اور
کچھ نہیں!"
اشترلٹس نے دونوں کے بال چھوڑ دیئے ۔ وہ سوچنے لگا "میں
تو اُس کو اسٹیلا کے نام سے پکاروں گا ۔ اور وہ مجھے کس نام سے
پکارے گی!"
مگر اُس نے اُس کو کسی نام سے بھی نہ پکارا ابرات کو رخصت
ہوتے وقت اُس نے قصداً اسٹیلا کی طرف مخاطب ہو کر شب کا
رخصتی سلام کیا ۔
"شب بخیر ، اسٹیلا!"
"شب بخیر مسٹر شب بخیر فرینک!"
اُس کا ہاتھ اشترلٹس کے ہاتھ سے ملا ۔ پہلے اس کی گرفت ذرا
سخت تھی لیکن دفعتاً ڈھیلی پڑ گئی!

اشرٹس خالی کمرہ میں تنہا کھڑا رہ گیا۔ گذشتہ رات سیب کے درخت کے نیچے، سیب کے شگوفوں کے سایہ میں، ہیگین اس کے سینہ سے لگی ہوئی تھی اور وہ اس کی آنکھوں اور لبوں کو چوم رہی تھی۔

اس وقت گذشتہ شب کے یاد آتے ہی وہ ہکا بکا رہ گیا! آج رات کو شروع ہو جاتی          اُس کی زندگی میگن کے ساتھ جو اُس کے پاس رہنے کی تمنا رکھتی ہے          اور اب، ۲۴ گھنٹے گذرنے کے بعد؛ وہ یہاں ہے۔ صرف اس لئے کہ وقت پر اپنی گھڑی نہ دیکھ سکا!۔

اُس نے اِن معصوموں سے اِتنی جلد دوستی کیوں بڑھالی، ٹھیک ایسے وقت جب کہ وہ خود اپنی معصومیت کو خیرباد کہنے والا تھا! لیکن اُس نے اپنے دل سے کہا:

میں میگن سے شادی کروں گا۔ میں اُس سے کہہ چکا ہُوں!

ایک موم بتی لے کر اُس نے جلائی اور ہالیڈے کے کمرہ کے برابر اپنے کمرہ کی طرف چلا۔ جب وہ اپنے کمرہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو اس کے دوست نے اس کو پکارا:

"کیا تم ہو؟ فرینک؟ آؤ، ذرا یہاں آؤ!"

ہالیڈے بستر میں بیٹھا ہُوا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا:

آؤ، تھوڑی دیر بیٹھو"۔

اشترلٹش دریچہ کے پاس جا بیٹھا۔

"میں آج سہ پہر کے واقعہ کے متعلق سوچتا رہا" ہالیڈے نے کہنا شروع کیا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ ہر شخص کا ماضی اس سے انتقام لیتا ہے —— ایسے وقت میں پچھلے اعمال یاد آتے ہیں، میں آج بچ گیا۔ شاید مرا ماضی زیادہ خراب نہ تھا" ——

"تمہیں اس خطرہ کی بابت کیا بات یاد آئی تھی؟" ——

ہالیڈے چند منٹ خاموش رہا، پھر کہنے لگا۔

"مجھے بس ایک ہی خیال آیا —— عجیب بات ہے —— کیمبرج کی ایک لڑکی کا خیال آیا —— جس سے شاید میں —— سمجھے نا؟ میں تو خوش تھا کہ میں اسے بھول گیا ہوں —— بہر حال دوست، تم نہ ہوتے تو میں بھی شاید اس دنیا میں نہ ہوتا، کہیں ظلمتِ عظیم میں غائب ہو چکا ہوتا، نہ لبنز ہوتا، نہ میرا باپ کچھ بھی نہ ہوتا" —— اچھا یہ تو بتاؤ اس ظلمتِ عظیم میں جانے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ کبھی تم نے سوچا؟"

اشترلٹش نے کہا:۔

میں تو سمجھتا ہوں ہم سب ایک شعلہ کی طرح گل ہو کر رہ جاتے ہیں ——— آگے کچھ بھی نہیں!"

"بس"

"بس! شاید گل ہونے سے پہلے کچھ عرصہ ٹمٹمایا کرتے ہوں"؟

"اونہہ، یہ سب باتیں کس قدر افسردہ کرنے والی ہیں، ہاں یہ تو کہو، میری بہنوں نے تمہاری کچھ مدارات بھی کی؟ میں تو آج بستر ہی میں پڑا رہا"۔

"بہت، بیحد"۔

ہالیڈ نے اپنا پائپ، منہ سے نکال کر رکھ دیا، دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ لئے اور دریچہ کی طرف منہ کر کے کچھ سوچتے ہوئے کہا

"یہ بچے بُرے نہیں ہیں ——— ان کے دلوں میں محبت ہے"!

اپنے دوست کو اس طرح، ایک موم بتی کی دھیمی روشنی میں، بستر پر پڑے ہوئے اور مسکراتے ہوئے دیکھ کر ائشرلسٹ کا دل اس خیال سے کانپ گیا کہ یہی دوست ممکن تھا کہ آج اس بستر پر بیجان پڑا ہوتا، اُس کے ہونٹوں پر تبسم کا نشان بھی نہ ہوتا اور اس کے چہرہ کی چمک ہمیشہ کے لئے غائب ہو چکی ہوتی! یا شاید وہ اس بستر ہی پر نہ ہوتا، بلکہ سمندر کی تہ میں کہیں رہنے سے دبا پڑا

اُس وقت ہالیڈے کا حشر ونشر کا منتظر ہوتا
تبسم اُس کو بہت عجیب معلوم ہوُا، گویا کہ موت اور زندگی کی حدِ فاصل یہی تبسم تھا! وہی ایک شعلہ جس سے اس کا چہرہ روشن تھا، وہی شعلہ گل ہو جائے تو کچھ بھی نہیں!

اشرلِٹس اٹھ کھڑا ہُوا۔ اُس نے آہستہ سے کہا:

"اب تمہیں سونا چاہیے۔ کیا روشنی گل کر دوں؟"

ہالیڈے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا:

"مجھ سے کچھ کہا نہیں جاتا! سمجھ میں نہیں آتا مگر موت کیسی بُری چیز معلوم ہوتی ہے! شب بخیر، پیارے دوست"

اشرلِٹس کا تمام وجود معنوی اُس وقت متحرک تھا۔ اس نے اپنے دوست کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا اور بغیر کچھ کہے اُس کے کمرہ سے چلا آیا۔ بڑے کمرہ کا دروازہ ابھی تک کھلا ہوا تھا۔ وہ باہر سبزہ زار کی طرف نکل گیا۔ گہرے نیلے آسمان پر ستارے بہت روشن تھے اور ان کی روشنی میں بعض پھولوں کی رنگت کچھ عجیب نظر آتی تھی۔ ایسی عجیب کہ لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی! اشرلِٹس نے ایک پھولوں بھری ڈالی پر اپنا چہرہ جھکا دیا اور دفعتاً اس کی بند آنکھوں کے سامنے میجن آ کر کھڑی ہو گئی! اس کی گود میں کتے کا ننھا

بچہ تھا ہالیڈے کے الفاظ اشرلٹس کو یاد آئے "کیمبرج کی ایک لڑکی کا خیال جس کو میں تو خوش تھا کہ میں اسے بھول گیا ہوں" اشرلٹس نے اپنا چہرہ پھولوں بھری ڈالی سے ہٹا لیا، وہ عرصہ تک ٹہلتا رہا۔ عالمِ خیال میں وہ پھر سیب کے شگوفوں کے سایہ میں میگن کے پاس تھا! قریب ہی ندی کے بہنے کی آواز آرہی تھی۔ آسمان سے چاند کی روشنی نہانے کے حوض پر پڑ رہی تھی وہ پھر میگن کے بوسہ کی کیفیت میں مست تھا۔ پھر اس رات کی جادو بھری خاموشی میں محو تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ پھر پھول دار درختوں کے سایہ میں ٹھہر گیا۔ یہاں بجائے ندی کے سمندر کی آواز فضا میں گونج رہی تھی چھوٹے چھوٹے پرندوں کی آواز کے بجائے کسی طرف سے پیانو کے پردے اپنی موسیقی کی لہریں فضا میں پھیلا رہے تھے، اوپر کی منزل کے ایک کمرہ کا دریچہ روشن تھا۔ دریچہ کے پردے کے پیچھے اُس نے کسی پرچھائیں کو متحرک دیکھا۔ اُس کے دل میں عجیب عجیب احساسات پیدا ہو رہے تھے۔ گویا ایک ہی جذبہ، ایک ہی کیفیت مختلف طریقوں سے اس کے اندر گھوم رہی ہے، مچل رہی ہے گویا محبت، موسمِ بہار سے دست و گریبان ہو کر حیران اور آشفتہ ٹکریں مارتی ہے اور راستہ نہیں پاتی! یہ لڑکی جس نے اس کو "فرینک"

کے نام سے پکارا۔ جس کے ہاتھ نے اس کے ہاتھ کو وہ پر معنی جھٹکا دیا
یہ لڑکی ـــــ اس قدر خاموش اور معصوم ـــــ اُسے حال معلوم
ہوا تو وہ اس وحشیانہ محبت کو کیا کہے! وہ گھانس پر بیٹھ گیا،
پالتھی مارے، ہوٹل کی طرف پشت کئے ہوئے، خاموش، بے حس و
حرکت، جیسے بُدھ کا مجسمہ! کیا واقعی اس کا ارادہ یہ ہے کہ معصومیت
کو تباہ کرکے، حسن کو چُرا کر، جنگل کے خودرو پھول کی خوشبو سے اچھی
طرح لطف اندوز ہو کر ـــــ وہ اس پھول کو کچل کر پھینک دے
جس طرح ہالیڈے کہتا ہے:

"وہ کیمبرج کی چھوکری جس سے شاید میں ـــــ" ـــــ

اشٹرلٹس نے گھانس پر ہتھیلیاں ٹیک دیں۔ گھانس میں گرمی تھی
ـــــ وہ نرم اور گداز تھی! "اب مجھے کیا کرنا" اُس نے اپنے دل
سے کہا شاید اس وقت بھی میگن دریچہ میں کھڑی ہوئی سیب
کے شگوفوں کو دیکھ رہی ہوگی۔ اور یاد کر رہی ہوگی! غریب ننھی، معصوم
میگن! کیوں نہیں؟ وجہ کیا؟ میں اُس سے محبت کرتا ہوں ـــــ
کیا واقعی محبت کرتا ہوں؟ ـــــ یا میں صرف اس لئے اس
کا طلبگار ہوں کہ وہ بہت حسین ہے، اور مجھ سے محبت کرتی ہے
ـــــ مجھے کیا کرنا؟" ـــــ پیانو کی آواز ابھی تک آرہی تھی

ستارے ٹمٹمارہے تھے، اور اشرلٹش سمندر کی تاریک سطح پر نظر جمائے ہوئے تھا! ——— جیسے بالکل مسحور، محو، گُم!
آخر وہ اٹھا، تھکا ہوا، کھویا ہوا۔ کسی دریچہ میں روشنی باقی نہ تھی وہ بھی اپنے بستر پر جا پڑا۔

۸

غافل اور گہری نیند سے وہ چونکا ——— دروازہ پر کوئی زور زور سے ہاتھ مار رہا ہے ——— کسی نے اونچی آواز سے کہا:
"اُٹھئے، ناشتہ تیار ہے"
وہ گھبرا کر اٹھا ——— "میں کہاں ہوں؟ ——— ارے"
جب وہ ناشتہ کے کمرہ میں پہنچا تو وہ سب بیٹھے ہوئے نارنگی کا مربہ کھا رہے تھے۔
سبینا نے ترچھی اور شریر آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھا:۔
"سنئے جناب! ذرا جلدی کیجئے، ہم سب کو ½۹ بجے روانہ ہونا ہے"
"ہم بیری ہیڈ کی طرف جا رہے ہیں، دوست، تمہیں ضرور چلنا ہے"
اشرلٹش نے دل میں سوچا: "چلنا! اُن کے ساتھ چلنا ناممکن

مجھے تمام سامان خرید کر فوراً واپس جانا ہے"۔ پھر اُس نے اسٹیلا کی طرف دیکھا،

اسٹیلا نے بھی کہا "ضرور چلئے"۔ سبینا پھر بولی:
"آپ کے بغیر لطف ہی کیا آئے گا"

فریدا اپنی کرسی سے کود کر اُس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی:
"چلنا تو ضرور ہے، ورنہ میں آپ کے بال کھینچوں گی"۔

اشٹرلش کے دل نے کہا: خیر، ایک دن اور سہی، ذرا سوچ بھی لوں، ایک دن اور سہی"۔

"بہت اچھا، بہت اچھا، ہو فریدا، میرے بال کھینچنے کی ضرورت نہیں!"

"آہا ہا!"

اسٹیشن پر اُس نے دوسرا تار سنبارا کو سب کے نام لکھا مگر پھر کچھ سوچ کر پھاڑ ڈالا۔ وہ خود بھی نہ سمجھ سکا کہ کیوں پھاڑ ڈالا! بر کسہم سے یہ لوگ ایک چھوٹی سی گھوڑوں کی گاڑی میں سوار ہو کر چلے۔ گاڑی میں سبینا اور فریدا کے درمیان اشٹرلش بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے اسٹیلا تھی۔ اسٹیلا کے گھٹنوں سے اس کے گھٹنے مس کر رہے تھے! وہ سب مل کر ایک گیت گاتے چلے جا رہے تھے، اس حال اُس کی طبیعت پر جو افسردگی طاری تھی۔ وہ کم ہونے

لگی۔ اُس افسردگی کی بجائے شگفتگی پیدا ہونے لگی! ایک دن اور بھی سوچنے کے لئے ـــــ حالانکہ وہ سوچنا چاہتا ہی نہ تھا!

وہ رب خوب دوڑے، کودے، کھیلے، جو کچھ ساتھ لائے تھے خوب کھایا، واپسی کے وقت راستے میں چھوٹی بچیاں اس کے جسم کا تکیہ بنا کر سو گئیں۔ اب بھی اُس کے گھٹنے اسٹیلا کے گھٹنوں سے ٹکرا رہے تھے۔ ٹرین میں وہ اسٹیلا سے شاعری کے متعلق گفتگو کرتا رہا ـــــ یکایک اسٹیلا نے کہا ـــــ دھیمی آواز سے

ـــــ فل کہتا تھا کہ آپ حیات بعد الممات کے قابل نہیں، یہ کیا غضب ہے؟" ـــــ

اشٹرٹس کچھ گھبرا سا گیا، اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دے کچھ پریشان ہو کر اُس نے کہا:

"نہ میں اعتقاد رکھتا ہوں، نہ بد اعتقاد ہوں ـــــ اصل یہ ہے کہ یہ باتیں میری سمجھ ہی میں نہیں آتیں!"

"پھر تو زندگی بیکار ہے"۔

اُس حسین پیشانی پر بڑھتی ہوئی شکنوں کو دیکھتے ہوئے اشٹرٹس نے جواب دیا۔

مگر میں صرف اس لئے کسی عقیدہ کو اختیار کرنا پسند نہیں کرتا

کہ دوسرے بھی وہ عقیدہ رکھتے ہیں"۔
"لیکن پھر موت کے بعد زندگی کی تمنا کیوں ہے؟ اگر موت کے بعد زندگی کا امکان ہی نہیں"۔
اشٹرلش نے نظریں جما کر اسٹیلا کی طرف دیکھا، وہ نہ چاہتا تھا کہ کوئی بات ایسی کہے جس سے اسٹیلا کو تکلیف ہو۔ لیکن اس کے دل کو اِس لڑکی پر اپنی رائے بھاری رکھنے کی ایک چھپی ہوئی خواہش تھی وہ خواہش اُس کو اکسا رہی تھی!
"بات یہ ہے کہ زندگی میں ہر شخص فطرتاً یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ زندہ ہی رہے ——— یہ خواہش زندگی کا لازمہ ہے ——— مگر اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں"!
"تو کیا آپ انجیل پر بالکل ایمان نہیں رکھتے"؟
"میں "خطبہ کوہ" پر تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں، اس کی تعلیمات بہت خوب، اور ایسی ہیں کہ ہمیشہ ان سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے"۔
"مگر آپ مسیح کی الوہیت کے قائل نہیں"؟
اس نے اپنا سر ہلا دیا!
اسٹیلا نے اپنا منہ کھڑکی کی طرف پھیر لیا ——— اشٹرلش کو سیگن کی دعا کے الفاظ یاد آ گئے: خدا رب کو برکت دے اور ——— مسٹر اشٹرلش

کو بھی"! کون اس طرح سچے دل سے اس کے لئے دعا کر سکتا ہے ؟ ۔ سوائے اُس کے جو اُس کا انتظار کر رہی ہو گی" جس کی نظریں گاؤں کی گلی پر لگی ہوں گی، ساتھ ہی اُس کے دل کو ایک دھکا سا لگا"

"میں کیسا بدمعاش اور ناہنجار ہوں"!

"شام تک بار بار، یہ خیال اُس کے دل میں آتا رہا، لیکن جیسا کہ اکثر معمولاً ہوتا ہے۔ ہر دفعہ اس خیال کا وزن کم ہوتا گیا، یہاں تک کہ گویا بدمعاش اور ناہنجار ہونا بھی ایک معمولی بات ہو کر رہ گئی! اور سب سے عجیب بات یہ تھی کہ وہ یہ بھی نہ سمجھ سکتا تھا کہ وہ کسی صورت میں بدمعاش کہے جانے کے قابل ہو گا میگن کے پاس لوٹ کر جائے۔ تب، یا نہ جائے تب!

شام کو بچوں کے سونے کے وقت تک وہ سب بیٹھے تاش کھیلا کئے۔ اس کے بعد اسٹیلا پیانو پر جا بیٹھی۔ اشرٹس کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا، جہاں تاریکی تھی، اس کی صورت کو، دو روشن موم بتیوں کے وسط میں، دیکھتا رہا تکتا رہا۔

وہ تیز انگلیوں سے پیانو بجا رہی تھی۔ گو کہ اس کی موسیقی میں کچھ زیادہ زور نہ تھا مگر پیانو کے پاس اس کی نشست ایک دلکش تصویر تھی۔ گویا ایک ہلکی سنہری روشنی، ایک آسمانی نور، اس کے گردو

پیش طاری تھا! اس سفید پوش، فرشتہ صورت لڑکی کے روبرو کس کے دل میں نفسانی لذتوں کا خیال پیدا ہو سکتا تھا! اتنے میں ہالینڈ نے اپنی ہنسی اٹھا لیا اس کی حرکت سے وہ جادو کا سماں جو بندھا ہوا دفعتاً ٹوٹ گیا! اس کے بعد دونوں نے مجبور کر کے اشر لٹس سے گوایا۔ اسٹیلا ساتھ ساتھ پیانو بجاتی جاتی تھی۔ یہ تینوں اس گانے بجانے میں مشغول اور محو تھے۔ اس حالت میں دو چھوٹے چھوٹے جسم، ڈھیلے لبادے پہنے ہوئے چپکے چپکے آ کر پیانو کے پیچھے چھپ گئے پھر تو ہر طرف انتشار ہی انتشار تھا۔ شور و شغل، دوڑ بھاگ، بچوں کے قہقہے غرض یہ کہ بقول بینا کے خوب دھما چوکڑی رہی!

اس رات کو اشر لٹس تقریباً بالکل نہ سو سکا، وہ سوچتا رہا، لوٹتا رہا، کروٹیں بدلتا رہا۔ گذشتہ دو دن کی اس گھر کی سی بے تکلفی نے ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ اُس کو گاؤں کی زندگی اور سیگبن سے دور کھینچ لیا ہے! ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا خود سیگبن کا وجود ہی ہوا ہوا جاتا ہے! شاید اُس دن جب وہ سیگبن کو سینہ سے لگائے ہوئے تھا۔ موسمِ بہار کا پورا جادو اسی پر چل گیا تھا اور سیب کے سفید شگوفوں نے اسے مست بنا دیا تھا۔ یہ خیال کہ وہ

اُس کو اپنی داشتہ بنائیگا ——— وہ معصوم سادہ دل لڑکی، جس کی عمر ہنوز ۱۸ سال کی بھی نہ تھی ——— اس خیال نے اس کے دل میں خود اپنے وجود سے نفرت پیدا کر دی، وہ اپنے نفس سے ڈرنے لگا! ——— باوجود ان خیالات کے خواہش اور طلب ابھی تک اس کے خون کو گرمائے جاتی تھی! کس قدر نفرت انگیز ہے ——— جو کچھ میں نے کیا، اور جو میں کرنا چاہتا تھا ——— توبہ! وہ یوں اپنے دل سے باتیں کرتا جاتا تھا اور ساتھ اسٹیلا ——— سفید لباس والی، سادہ دل، معصوم اسٹیلا کا روشن چہرہ اس کی نظر کے سامنے تھا، اس کے کانوں میں اسٹیلا کی موسیقی گونج رہی تھی ——— "میں شاید پاگل ہو گیا تھا ——— میں ضرور پاگل ہو گیا تھا" وہ دل ہی دل میں کہتا تھا۔ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ کہ میں نے ایسا ارادہ کیا۔ غریب، معصوم، میگن! ———

——— "خدا سب کو برکت دے اور مسٹر اشرلٹ کو بھی! میں تمہارے پاس اور تم سے قریب رہنا چاہتی ہوں ——— صرف تمہارے پاس رہنا چاہتی ہوں"۔ وہ میگن کی تمام باتوں کو دل میں دہرا رہا تھا ——— اُس تکیہ میں اپنا منہ چھپا لیا، اس تکیہ کو منہ میں ٹھونس کر اپنی ہچکیوں کو روکا ———

میگن کو اس طرح چھوڑ دینا، کیا شدید ظلم ہے؛
مگر اُس کے پاس واپس جانا تو اس سے بھی شدید تر ظلم ہے!"

جوانی میں جذبات کا تلاطم چند جھکولوں اور جھٹکوں کے بعد سرد پڑ جایا کرتا ہے۔ اُس کی تکلیف اور چبھن زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہا کرتی۔ وہ یہ سوچتا ہوا سو گیا۔ بات ہی کیا تھی۔ چند بو سے ہی تو ہیں لے لئے ایک مہینہ میں سب بھول جاؤں گا وہ بھی بھول جائے گی۔

صبح کو اس نے بنک سے روپیہ تو وصول کر لیا مگر اُس فاختی لباس والی دکان کی طرف سے اس طرح بچ کر نکلا کہ گویا اس دکان میں وبا پھیلی ہوئی ہے! فاختی لباس کے بجائے اس نے اپنی ضرورت کی چند چیزیں خرید لیں۔ سارا دن اس کی طبیعت کا کچھ عجیب حال رہا، خود اپنے وجود سے خفا! گذشتہ دو دن کی سخت بے چینی کے بعد اب وہ بالکل کھویا ہوا خالی خالی تھا، اُس کا احساس مردہ ہو چکا تھا، آرزوئیں فنا ہو چکی تھیں۔ گویا اُس کے آنسوؤں نے آگ بجھا دی ہے! چائے کے بعد اسٹیلا نے کچھ شرماتے ہوئے ایک کتاب لا کر اس کے پاس رکھ دی۔

"یہ کتاب تم نے پڑھی ہے، فرینک"

یہ کتاب فرار کی سیرت مسیح تھی۔ اشٹرٹس مسکرایا، اپنے معتقدات کے متعلق اسٹیلا کی اس پریشانی سے جو اس کی رائے میں یک گونہ تمسخر انگیز بھی تھی، وہ کس قدر متاثر ہُوا۔ اسٹیلا کا یہ تردد کسی قدر متعدی بھی تھا۔ اب اشٹرٹس کو بھی یہ کرید پیدا ہوئی کہ کسی طرح وہ اپنے معتقدات کو صحیح ثابت کر دے، چاہے اسٹیلا کے معتقدات کو بدل سکے یا نہ بدل سکے۔ چنانچہ شام کو جب ہالینڈ سے بچیوں کے ساتھ بیٹھا ہُوا ان کا مچھلی پکڑنے کا جال درست کر رہا تھا۔ اس نے اسٹیلا سے معتقدات کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ اُس نے کہا:

مذہب کے متعلق معتقدات کو جہاں تک میں سمجھا ہوں، اُن میں تو ہمیشہ سزا اور جزا کا خیال ضرور موجود رہتا ہے۔ یہ خیال کہ نیک کرداری کا صلہ ملے گا گویا انعامات کی توقع اِس خیال کی ابتدا ہی، میری رائے میں خوف سے ہوتی ہے۔"

اسٹیلا کوچ پر بیٹھی ہوئی ایک تاگا سلجھا رہی تھی، اُس نے چونک کر سر اٹھایا:

"میرا تو یہ خیال ہے کہ فلسفہ جس قدر تم سمجھے ہو۔ اس سے بہت زیادہ گہرا ہے"۔

پھر اشٹرٹس کے دل میں وہی جوش پیدا ہُوا کہ اُس کی بات بالا رہے

"اچھا! تو تمہارا یہ خیال ہے؟ مجھ سے پوچھو تو دراصل جیسے کو تیسے کا خیال ہی ہمارے دلوں میں تقریباً سب سے گہرا خیال ہے؛ اور پھر اس خیال کی تہ تک پہنچنا تو بہت دشوار ہے۔"

اسٹیلا نے اپنی پیشانی سکیڑ کر کہا:

میں تو کچھ نہ سمجھی کہ تم نے کیا کہا؟"

وہ پھر اپنی بات پر اڑنے لگا:

"ذرا غور کرو، سوچو، سب سے مذہبی انسان تو وہ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس زندگی میں ان کو کامل راحت نصیب نہیں ہوتی میں بھی نیک کرداری کو اچھا سمجھتا ہوں مگر نیک کرداری کو محض نیک کرداری کی خاطر نہ کہ انعام اور صلہ کی امید میں یا سزا کے خوف سے!"

"خیر، تو آپ نیک کرداری پر تو اعتقاد رکھتے ہیں"

اس وقت اسٹیلا کا چہرہ کس قدر حسین معلوم ہو رہا تھا۔ ایسی معصوم لڑکی کی صحبت میں نیک کردار رہنا مشکل نہیں ہے۔ اب اسٹرٹش نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔

"یہ آپ اس ڈورے میں پھندے کیسے بنا رہی ہیں؟"

ایک طرف سے اُس نے ڈوری کا سرا پکڑ کر اسٹیلا کے کام میں مدد شروع کر دی۔ کبھی کبھی اس کی انگلیاں اسٹیلا کی انگلیوں سے مس

کرتی تھیں۔ اور ہر دفعہ اُس کو ایک عجیب قسم کا سکون قلب حاصل ہوتا تھا

اس شب کو جب وہ سونے پر لیٹا تو وہ کوشش کر کے اپنے خیالات کا مرکز استیلا کے اس چہرہ کی خنک اور مسکن روشنی کو بنا رہا گویا اس کی روح اسٹیلا کے خیال میں لپٹ کر اور ملفوف ہو کر بہت سے خطرات سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

دوسرے دن وہ سب بذریعہ ریل سیر کرنے کے لئے باہر جانے والے تھے اور ریری پامری کے پرانے محل پر کچھ وقت گذارنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اشرلش میگن کے متعلق واقعات گذشتہ کو اپنے دل سے بھلاتے ہوئے پھر اُس کی گاڑی میں ٹالیڈے کے پاس بیٹھ گیا۔ یکایک سمندر کے ساحل کے برابر برابر چلتے چلتے ایک سڑک کے موڑ پر اس کا کلیجہ منہ کو آگیا۔ اس کا سانس رک گیا۔ میگن! میگن! وہ آرہی ہے سامنے اوہی پرانے کپڑے پہنے ہوئے، گذرنے والوں کے چہرہ کو تکتی ہوئی، ڈھونڈھتی ہوئی! اشرلش نے دفعتاً اپنے ہاتھ اپنے چہرہ کے سامنے کر دیئے۔ ایک اضطراری کیفیت اس پر طاری ہوئی اور وہ سہم کر منہ چھپانے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر اس خیال سے کہ دوسروں پر اس کی حالت ظاہر نہ ہو جائے وہ اپنی آنکھوں کو ملنے لگا۔ گویا گرد صاف کر رہا ہے۔ تاکہ چہرہ ہاتھوں کی آڑ میں رہے! لیکن انگلیوں کے درمیانی خلا سے وہ میگن کو برابر

دیکھ رہا تھا۔ وہ رک رک کر، گھسٹ گھسٹ کر چل رہی تھی جیسے کھوئی ہوئی۔ چھوٹے سے کتے کی طرح جو اپنے مالک سے جدا ہو گیا ہو اور کچھ نہ جانتا ہو کہ کدھر جائے اور کہاں ڈھونڈھے وہ کسی نہ کسی طرح یہاں تک پہنچ گئی۔ یہاں آنے سے اس کی غرض کیا تھی؟ وہ کس امید پر آئی تھی؟ مگر گاڑی بڑھے جا رہی تھی اور اس کے اور میگن کے درمیان فصل بڑھتا جاتا تھا۔ پہیوں کے ہر چکر کے ساتھ اشرلٹش کے دل میں ایک جذبہ بے اختیار پیدا ہوتا تھا۔ اس کا دل پکارتا تھا ٹھہر جا! بھاگ مت! وہ تیرے لئے آئی ہے، گاڑی رکوا دے، اتر کر اس کے پاس جا! جب گاڑی اسٹیشن کی طرف مڑی تو اس سے نہ رہا گیا۔ اپنی بیقراری کو چھپا کر وہ اٹھا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر اس نے بہت دھیمی آواز میں کہا "معاف کیجئے، میں ایک چیز بھول آیا۔ آپ لوگ چلئے، مرا انتظار نہ کیجئے۔ میں دوسری گاڑی سے عقب میں آتا ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ چلتی گاڑی سے کودا، اس کے قدم ڈگمگائے اس کا سر گھوما وہ بمشکل سنبھلا اور سنبھل کر اس طرف کو چل دیا جس طرف میگن جا رہی تھی۔ گاڑی کی سواریاں اس کی اس اضطراری حرکت پر حیران ہو کر رہ گئیں گاڑی اپنے راستہ پر بڑھی چلی گئی میگن ابھی تک سامنے نظر آ رہی تھی۔ اشرلٹش چند قدم اس کی طرف بھاگا، پھر رکا، پھر آہستہ چلنے لگا۔ ہر قدم پر جو اس کو میگن سے قریب اور اسٹیلا سے

سے بعید کرتا تھا اس کی رفتار سست پڑتی جاتی تھی، یہ کیا انقلاب ہے میگن کی صورت دیکھتے ہی حالت کیوں بدلی! میگن کو دیکھتے ہی پچھلے واقعات کے نتائج کی مکروہ صورت کیوں بہتر معلوم ہونے لگی۔ اُس کے دل سے یہ حقیقت تو اب پوشیدہ نہ تھی کہ اسٹیلا سے ملنے کے بعد یہ امر اب رفتہ رفتہ طے شدہ ہو گیا ہے کہ وہ میگن سے شادی نہیں کر سکتا نہیں کرے گا۔ جوانی کی محبت کا سارا قصہ بس اب اتنا تھا کہ وہ کچھ عرصہ میگن کے ساتھ ناجائز محبت کی بداعمالیوں میں غرق رہے! پریشان رہے، پشیمان رہے! پھر جب میگن اپنے کو اس کے نفس پر قربان کر چکے، تو وہ اس کی سادگی اور سادہ دلی سے تھک جائے، اکتا جائے اور پھر پھر شبنم کے ایک قطرہ کی طرح جو زمین پر گر کر جذب ہو جاتا ہے، اُس کی عارضی محبت، عارضی اور فانی ثابت ہو!

میگن ابھی تک اس کے سامنے چلی جا رہی تھی۔ اس کی ٹوپی ہوا میں ہلتی جاتی تھی۔ وہ راہرو کے چہرہ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی جاتی تھی۔ وہ ہر دروازہ اور دریچہ میں جھانکنے کی کوشش کرتی تھی۔ محبت کا مارا ہوا کوئی شخص بھی ایسے دلدوز منظر کو برداشت کر سکتا ہے، کوئی دل جو پتھر کا نہ ہو، اس ظلم کو سہ سکتا ہے؟ اس وقت اشرٹس عجب مصیبت

ہیں تھا۔ وہ اپنا قدم آگے اٹھاتا یا پیچھے، دونوں طرف خطرہ، تباہی، ظلم اور گناہ کے سوا کچھ نہ تھا، اُس کے منہ سے بے اختیار ایک آہ نکلی اس قدر بلند کہ سڑک کے چلنے والوں نے متعجب ہو کر اس کی صورت دیکھی، اُسی وقت ہیگن سمندر کے کنارے چلتے چلتے رُک گئی۔ اشرٹس بھی جہاں تھا وہیں ٹھہر گیا۔ شاید ہیگن نے اپنی عمر میں پہلی دفعہ دیکھا تھا اور اپنی مصیبت میں بھی قدرت کا یہ نظارہ اس کو حیران کر رہا تھا" ہاں! اُس نے دنیا میں ابھی کچھ نہیں دیکھا۔ اس کے سامنے زندگی کا سارا میدان کھلا ہوا ہے۔ اور چند ہفتوں اس کے ساتھ عیش و عشرت کر کے میں اُس کی زندگی کو پارہ پارہ کر دوں گا بہتر ہو گا کہ میں کسی گوشہ میں جا کر اپنا گلا گھونٹ لوں، بجائے اس کے کہ اس سادہ دل، معصوم لڑکی کو ہمیشہ کے لئے برباد کر دوں یہ سوچتے سوچتے اس کے تصور میں اسٹیلا کا خاموش چہرہ ظاہر ہوا اس کے پریشان بال پیشانی اور چہرہ پر بکھرے ہوئے آنکھیں اشرٹس کے چہرہ پر جمی ہوئیں! آہ! یہ سب پاگل پن کی باتیں ہیں کیا وہ پھر اس چیز سے دستکش ہو جائے گا، جس کی وہ عزت کرتا ہے؟ کیا وہ اپنی عزت نفس کا بھی خاتمہ کر دے گا! وہ پلٹ گیا اور سیدھا اسٹیشن کی طرف چل دیا! لیکن اُس غریب، حیران و پریشان

چھوکری کی یاد نے، جس کی آنکھیں راستہ چلنے والوں کی صورتوں میں کسی کو ڈھونڈھ رہی تھیں، پھر ایک دفعہ اشٹرلنگ کے قدم روک لئے۔ وہ پلٹا اور پلٹ کر پھر سمندر کی طرف چلنے لگا ہیگین کی ٹوپی اب نظر نہ آتی تھی۔ سڑک پر چلنے والوں کے ہجوم میں وہ متحرک ہیولہ غائب ہو گیا تھا، تمنا اور طلب کی قوت نے، جو ہمیشہ اس وقت بڑھ جاتی ہے جب کوئی چیز دسترس سے باہر ہونے لگے، اس کو دھکیلا دوڑایا اور وہ تیزی سے اس طرف بڑھنے لگا جدھر ہیگین گئی تھی۔ مگر وہ کہیں نہ تھی، آدھ گھنٹہ تک وہ اس کو ڈھونڈا کیا، پھر وہ مایوس ہو کر ایک طرف ساحل کے ریتے پر گر گیا۔ اب اس کے ملنے کی ایک ہی ترکیب تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ہر جگہ ڈھونڈھنے کے بعد وہ تھک کر پھر اسٹیشن واپس آئے گی اور وہیں سے ٹرین میں بیٹھ کر اپنے گھر جائے گی، اس لئے اسٹیشن پر اگر اس کا انتظار کیا جائے تو وہ ضرور مل جائے گی مگر وہ ریتے پر بے حس و حرکت پڑا تھا، اس کے چاروں طرف بے پروا بچے ریتے پر کھیل رہے تھے ہیگین کے نازک جسم کی آوارہ گردی اور پریشان حالی پر اس کے دل میں جو رحم پیدا ہوا تھا وہ اب موسم بہار کے گرم خون میں حل کر فنا ہونے لگا اب نفس کا جذبہ بے اختیار پھر بیدار ہونے

لگا! خون کی گرمی نے محبت کی پاکیزگی کو اپنے اندر جذب کرنا شروع کر دیا۔ اب بوسوں کی خواہشیں تھیں، اس کے نرم اور نازک جسم کو آغوش میں لینے کی تمنائیں تھیں۔ اُس کو بے اختیار کر کے قابو میں کر لینے کے ولولے تھے۔ اب وہ چاندنی رات میں سیب کے درخت کے نیچے اُس لڑکی کے حیوانی جذبات کو جگانے کا خواہشمند تھا یہ طلب خوفناک شدت کے ساتھ اس کو بے چین کر رہی تھی! پرندوں کے گیت ندی کی مچھلیوں کے غوطے، صنوبر کی جھاڑیوں میں ہُدہُد کی پھرپھراہٹ، لالہ رخ ماہتاب ظلمت شب کی چادر کے اندر سے اس کے شفاف سینہ کی طرف جھانکتا ہوا، دریچہ میں اس کا چمکتا ہوا چہرہ، اُس کی آنکھوں میں محبت کی مستی، اس کا دھڑکتا ہوا دل۔ اس کے لب جو جوابی بوسے دے رہے تھے، یہ رب اُس سیب کے درخت کے نیچے! یہ شدید طوفان تھا جو ساحل کے ریتے پر اشرلٹس کو گھیرے ہوئے تھا! مگر وہ بظاہر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا، وہ کیا چیز تھی جو اس کو، اس کے جذبات کی شدت کے باوجود اس ساحل کے ریتے پر پکڑے ہوئے تھی؟ تین نرم اور بھورے بالوں والے سر، ایک حسین چہرہ جس پر دو محبت سے بھری نیلی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ایک نازک ہاتھ جو اس کے ہاتھ کو دبا رہا تھا ایک

دھیمی آواز جو اس کا نام لے کر پکار رہی تھی اور کہہ رہی تھی "خیر، تو آپ نیک کرداری پر تو اعتقاد رکھتے ہیں!"                    یہ سب چیزیں، یہ سب قوتیں اس پر طاری تھیں۔ اس کے وجود کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھیں                    وہ اٹھ نہ سکتا تھا، ہل نہ سکتا تھا

پھر یکایک وہ چونکا                    "وہ اسی طرف سے لوٹے گی تو مجھے دیکھ لے گی"! وہ جلدی سے اٹھا اور ساحل کے پرے کنارے پر ایک پہاڑی کی جانب چل دیا۔ اس نے خیال کیا کہ اس پہاڑی پر، سڑک سے دور، موجوں سے نزدیک، وہ زیادہ اطمینان کے ساتھ اپنی حالت پر غور کر سکے گا۔ اب پھر اس گاؤں میں واپس جا کر، ان جنگلوں میں میگن سے پھر اظہار محبت کرتا، جہاں ہر چیز فطرت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے                    یہ سب اب ناممکن ہے۔ قطعاً ناممکن! میگن کو لے جا کر کسی شہر میں رکھنا، شہری مکان میں، بطور داشتہ کے                    اس تصور سے شاعر کی اس روح نے جو اشرسٹ کے اندر تھی سخت بغاوت کی۔ کیا اس کے جذبات محض حظ نفسانی سے وابستہ ہونے چاہئیں جو بہت جلد ختم ہو جاتا ہے؟ لندن میں رہ کر میگن کی سادگی اور سادہ دلی سوائے اس کے کسی کام نہ آئے گی کہ وہ نفس کا کھلونا بنی رہے بس                    اور پھر یہ کب تک؟

اشرلٹس ایک چٹان پر پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا اور اس کے پاؤں کے نیچے سمندر کی ایک چھوٹی سی کھاڑی تھی جس میں موجیں کھیل رہی تھیں۔ جس قدر اس نے سوچا، اسی قدر زیادہ صاف و صریح اس نے ان حقائق کو دیکھا۔ اب وہ محسوس کر رہا تھا کہ گویا ہیگن کے بازو اس کی گردن سے آہستہ آہستہ پھسلتے جاتے ہیں، وہ پھسل کر نیچے کھاڑی میں جا رہی ہے اور اس کھاڑی سے موجیں اس کو اٹھا کرلے جائیں گی ہمیشہ کے لئے! اس نے اپنے تصور میں ہیگن کو کھاڑی میں گرتے ہوئے دیکھا۔ ہیگن کی آنکھیں اوپر کو، اس کی طرف تک رہی تھیں، اُن میں محبت کی التجائیں، اور رحم کی خواہشیں تڑپ رہی تھیں، دیوانوں کی طرح، زخمی، مجروح، مظلوم،

آخر اشرلٹس اُٹھا، چٹان سے اُتر کر وہ نیچے ایک چھوٹے غار کی طرف گیا، اس نے غسل کرنے کے لئے کپڑے اتار دیئے، شاید سمندر کا ٹھنڈا پانی مجھے کچھ تسکین دے سکے، میں اپنے کو سنبھال سکوں! وہ اب تھک کر چور اور شل ہو جانا چاہتا تھا تاکہ جسمانی خستگی اس کو کسی بات کے یاد کرنے کی مہلت نہ دے وہ سمندر میں دور تک تیرتا ہوا چلا گیا، اتنی دور کہ وہ تھک گیا، اُس نے لوٹ کر دیکھا تو ساحل کی پہاڑیاں بہت دور نظر آ رہی تھیں، ایک خوف

اُس کے دل میں پیدا ہُوا" اگر میں تھک کر ڈوب گیا، ساحل تک نہ پہنچ سکا، یا ہالیڈے کی طرح میرے ہاتھ پاؤں یکایک سن ہو گئے تو پھر کیا ہو گا؟ وہ لوٹ پڑا اور کنارے کی طرف جانے لگا" میں اگر غرق ہو گیا تو ہالیڈے کو تو شاید خبر ہو جائے گی مگر میگن کو کبھی پتہ نہ چلے گا، معلوم ہی نہ ہو سکے گا کہ مجھ پر کیا گذری، گاؤں میں کوئی اخبار نہیں پڑھا جاتا" پھر ہالیڈے کے وہ الفاظ اس کو یاد آئے کیمبرج کی ایک لڑکی جس کو میں شاید ——" اِن الفاظ کے ساتھ ہالیڈے کے سمندر میں غوطے کھانے کا تمام واقعہ اس کو یاد آ گیا۔ وہ خوفزدہ ہو کر جلد جلد ساحل کی طرف بڑھنے لگا، اُس نے عہد کیا کہ وہ اپنے ضمیر کو گناہ سے مجروح کر کے میگن کی یاد کو تازہ نہ رکھے گا

یہ عہد کرتے ہی خوف اس کے دل سے نکل گیا۔ اس نے اپنا جسم خشک کر کے کپڑے پہنے۔ اب اس کا دل تھکا ہُوا اور مجروح تو تھا مگر اس میں درد کی ٹیسیں باقی نہ تھیں!

اس عمر میں جو اشرٹس کی تھی رحم کا جذبہ بہت کم قوی ہُوا کرتا ہے ہالیڈے کے کمرہ میں واپس آ کر اور گرم گرم چائے پی کر اشرٹس کو ایسا معلوم ہُوا کہ گویا اس کا بخار اتر گیا، گویا وہ ابھی ایک سخت بیماری سے صحتیاب ہو کر اٹھا ہے۔ ہر چیز صاف اور ستھری معلوم ہوتی تھی۔ چار

اور روٹی اور مربہ، یہ سب ایسے مزیدار کبھی نہ معلوم ہوتے تھے۔ جیسے آج معلوم ہوئے۔ تماکو کی خوشبو اس قدر خوشگوار کبھی پہلے نہ تھی!

خالی کمرے میں تنہا ٹہلتے ٹہلتے وہ وہاں کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ ایک دفعہ اُس نے اسٹیلا کی سینے پرونے کی صندوقچی کھول کر دیکھی، ریشم اور سوت کے ڈورے کی لچھیاں اٹھا کر کھولیں۔ پھر لپیٹیں پھر رکھ دیں۔ ایک چھوٹی سی تھلیا کو جس میں اسٹیلا نے کوئی خوشبودار چیز رکھی تھی اٹھا کر سونگھی      پھر وہ پیانو بجانے بیٹھ گیا اور ایک انگلی اس کے پردوں پر مار کر چھوٹے چھوٹے راگ نکالنے لگا، اس کی انگلیاں پردوں سے کھیلتی رہیں اور اس کے دل و دماغ میں عجیب عجیب خیالات آتے رہے۔

آج رات کو پھر وہ پیانو بجائیگی۔ میں بیٹھا ہوا اس کی صورت کو تکتا رہوں گا اور وہ پیانو کے پردوں کو اپنی نازک انگلیوں سے چھیڑتی رہے گی۔ اُس کو دیکھ کر نہ جانے میرے دل کو اس قدر تسکین کیونکر حاصل ہوتی ہے      نہ جانے کیا بات ہے!

پھر اُس نے وہ کتاب اٹھائی جو صبح اسٹیلا نے اس کے سامنے لا کر رکھی تھی۔ وہ صبح سے اُسی جگہ پڑی ہوئی تھی، اس نے اس کتاب کے پڑھنے کی کوشش کی، لیکن کتاب کے جس ورق کو وہ لوٹتا تھا اسی

پر میگین کا مایوس اور غمگین چہرہ نظر آتا تھا! وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دریچہ میں جھانکنے لگا۔ اور اسی طرح عرصہ تک کھڑا ہوا پرندوں کے گیت اور سمندر کی موجوں کے راگ سنتا رہا۔ ایک ملازم کمرہ میں آیا اور چار کے برتن اٹھا کرلے گیا۔ لیکن اس کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ پھر اُس نے دیکھا کہ باغیچہ کی طرف سے ہالیڈے آرہا ہے، اس کے آگے آگے اسٹیلا ہے اور پیچھے پیچھے دونوں لڑکیاں ہاتھوں میں ٹوکریاں لئے ہوئے، وہ ان کو آتے دیکھ کر جھجکا اور جھجک کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا زخمی اور آشفتہ حال دل نہ معلوم کیوں اسٹیلا کی ملاقات سے ڈرتا تھا۔ اور ساتھ اسٹیلا کی صورت سے اپنے زخموں کے لئے تسکین بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پیانو کے قریب کھڑے ہو کر اس نے اسٹیلا کو کمرہ میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ دروازہ پر رک کر چاروں طرف نظر دوڑا رہی تھی، گویا کسی چیز کو تلاش کر رہی ہے، پھر اسٹیلا کے چہرہ پر اس نے مایوسی کی ایک جھلک دیکھی، اسی کے بعد اسٹیلا کی نظر اُس پر پڑی، وہ مسکرائی، اس کے تبسم کی گرمی نے دفعتاً اشرٹش کی روح کو گرما دیا۔ مگر وہ کچھ گھبرا سا گیا!

"تم وعدہ کر کے پھر بھی نہ آئے، کیوں فرینک؟"

"ہاں، میں نہ آسکا"

"دیکھو ہم کیسے خوبصورت آخر موسم کے گل بنفشہ توڑ کر لائے ہیں"

ایک گلدستہ اُس نے اشٹرلٹس کی طرف بڑھا دیا، اشٹرلٹس نے چند قدم بڑھ کر اُس کو سونگھا، اُن پھولوں کی بھینی خوشبو نے اس کے دل میں کچھ عجیب تمناؤں کو جگا دیا لیکن ساتھ ہی ساتھ میگن کے پریشان چہرہ کا ایک عکس اس کے دل پر نمایاں ہوا اور وہ مبہم تمنائیں پھر بھٹھر کر رہ گئیں!

اس نے پھولوں کے سونگھنے کے بعد "بہت خوب" تو کہہ دیا مگر اور کچھ نہ کہہ سکا۔ دفعتاً پلٹ کر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا، وہ بستر پر گر پڑا اور اس نے اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے ڈھک لیا۔ اب کہ وہ اچھی طرح محسوس کرنے لگا تھا کہ پانسہ پڑ چکا اور میگن ہاتھ سے گئی۔ تو وہ خود اپنے وجود سے نفرت کرنے لگا تھا۔ ان سب لوگوں سے گویا اس کو شکایت سی پیدا ہو گئی۔ وہ انکی مسرور اور مطمئن زندگی سے چڑ پانے لگا۔ وہ کیوں اُس کے راستے میں آ گئے، انھوں نے کیوں اس کا راستہ کاٹا، انھوں نے محبت کو اس کے دل سے مار کر دبکا دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ خدا جانے کس طرح اُس کو یہ بھی جتلا دیا کہ وُہ ایک بدمعاش، اور گندہ عیاش اور عورتوں کی عصمت کا ڈاکو ہے

اسٹیلا کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خوبصورت بالوں اور شرمیلے حسن سے اس کے دل کے آئینہ پر اس حقیقت کا عکس واضح کر دے

اُس کو تنبیہ کر دے کہ وہ خود غرض نفس پرست ہے اور میگن سے کبھی شادی
نہ کرے گا، اور پھر یہ سب واضح کر کے اس کو مایوس تمناؤں کے عذاب
اور شرمندگی میں مبتلا کر دے! میگن اب واپس چلی گئی ہوگی
تھکی ہوئی افسردہ، حیران، مایوس غریب چھوکری! شاید اس
امید میں واپس گئی ہو کہ وہ اس کو گھر پر موجود پائے گی!
اپنے درد و کرب کی آواز کو روکنے کے لیے اشرسٹ نے اپنی آستین اپنے
منہ میں بھر لی، شب کے کھانے پر وہ بہت غمگین، اداس اور آزردہ
صورت بنے رہا۔ اُس نے کسی سے بات نہیں کی۔ حتیٰ کہ چھوٹی لڑکیوں
پر بھی اس کی اداسی نے اثر کیا۔ وہ سب ڈرے ہوئے تھے، صحبت بہت
خاموش اور پھیکی تھی۔ کئی دفعہ اس نے دیکھا کہ اسٹیلا بہت خرابی اور
کسی قدر ناخوشی کے ساتھ اس کی طرف تک رہی ہے، وہ اُس کی حیرانی و
پریشانی سے خواہ مخواہ خوش ہوا! ـــــ

رات کو اُس کی نیند بہت بے چین رہی۔ بہت صبح وہ اٹھ بیٹھا
اور باہر نکل گیا۔ وہ ساحل پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس تنہائی میں خاموش
اور ساکن سمندر کی سطح کے سکون نے جس پر صاف دھوپ پھیلی ہوئی
تھی اُس کے دل کو قدرے تسکین دی:-

"میں بھی کیا خود بیں گدھا ہوں! گویا میگن میری اس بے توجہی

سے بہت رنجیدہ ہوگی! ہفتہ دو ہفتہ میں وہ سب بھول جائے گی۔
اور میں؟ یہی کیا کم ہے کہ میں ایک بد ترین گناہ سے
بال بال بچ گیا۔ میرا ضمیر تو مجھ پر لعنت نہ کرے گا
واہ! کیسے نیک معاش! کیسے پاکباز! اگر اسٹیلا کو سب حال معلوم
ہو جائے تو وہ کس قدر خوش ہوگی کہ میں نے شیطان کا مقابلہ
کیا وہ بہت تلخ اور خشک ہنسی ہنسا اس
کا قہقہہ اپنے اندر درد کی ایک ناقابل بیان چسک رکھتا تھا!
اُس کے اندر غم کی بد ترین تلخی تھی!!

مگر آہستہ آہستہ، بہت آہستہ آہستہ، نامعلوم اور غیر محسوس
طریقہ پر سمندر اور آسمان کے سکون اور حُسن نے اُس کو شرما دیا
اس نے غسل کیا اور ہوٹل واپس آیا۔

ہوٹل کے باغ میں اُس نے اسٹیلا کو بیٹھے ہوئے پایا، وہ تصویر
کشی کر رہی تھی، وہ آہستہ آہستہ جا کر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا، کس
قدر حسین تھی، اسٹیلا! تصویر کشی کا قلم اس کے ہاتھ میں تھا غور و
فکر کی شکنیں اُس کی پیشانی پر تھیں۔ اُس نے دبی زبان سے کہا
اسٹیلا میں رات کی بیہودگی پر بہت نادم ہوں۔
اسٹیلا نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

کچھ مضائقہ نہیں، دوستوں میں ایسا بھی ہوتا ہے
کیا نہیں"؟

اشٹرلٹس نے کہا:

دوستوں میں اور ہم دوست ہیں کیا نہیں"؟

اس نے سر اٹھا کر اشٹرلٹس کی آنکھوں سے آنکھیں ملائیں۔ سر ہلا کر اثبات کا اشارہ کیا اور اُس کا چہرہ پھر اُس کے عجیب تبسم سے چمک اٹھا۔ تین دن بعد اشٹرلٹس ان ہی لوگوں کے ساتھ لندن آ گیا۔ اس نے گاؤں کو کوئی خط نہ لکھا۔ لکھتا بھی تو کیا لکھتا!

⁂

ایک سال بعد اپریل کے مہینہ میں، مہینہ کے آخری دن اشٹرلٹس اور اسٹیلا کی شادی ہو گئی۔

---

۲۶ سال بعد، اس دیوار کے سایہ میں بیٹھا ہوا، اشٹرلٹس دنیائے خیال کی سیر کر رہا تھا۔ یہ اُس کی شادی کی ۲۵ ویں سالگرہ تھی کیا معلوم یہ مقام جہاں اس نے دوپہر کے کھانے کے لئے رکابیاں اور چمچے کانٹے پھیلائے تھے۔ وہی جگہ ہو، جہاں ایک دن، ۲۶ برس گذرے، اُس نے پہلی دفعہ میگن کو دیکھا تھا؛ دنیا کے عجیب ترین اتفاقات

سے بھی عجیب تر! اُس وقت اُس کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی کہ وہ ذرا جا کر اس مکان کو اس باغیچہ کو اور اس چٹان کو بھی دیکھ آئے جہاں زندگی کا وہ پہلا کھیل کھیلا گیا تھا۔ جہاں جپسی کا بھوت آیا کرتا تھا! کچھ دیر تو نہ لگے گی۔ ابھی تو غالباً ایک گھنٹہ تک اسٹیلا اپنی تصویر کشی میں مشغول رہے گی۔

ہر چیز، ہر بات، اس کے حافظہ میں کس قدر محفوظ تھی! دیودار کے درختوں کا وہ جھنڈ، اُس کے پیچھے وہ سبز پہاڑی، وہی نیچی چھتوں کا مکان، وہی دو سرو جو برساتی کے پاس کھڑے تھے ––– بالکل وہی، حتیٰ کہ پرانی سبز کرسی بھی سبزہ پر پڑی ہوئی تھی۔ ٹھیک اسی دریچہ کے نیچے جہاں وہ اس شب کو میگن سے کنجی لینے کے لئے اس کو کھینچ کر لایا تھا! مکان کے دروازہ سے اب وہ گلی کی طرف پھرا اور باغیچہ کے دروازے سے سہارا لگا کر کھڑا ہو گیا ––– وہ دروازہ بس اب ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ کیا یہ سچ ہے کہ ۲۶ برس گذر چکے؟ یا وہ آجتک خواب دیکھ رہا تھا اور اب اُس خواب سے بیدار ہو کر میگن کو سیب کے درخت کے پاس پھر اپنا منتظر پائے گا؟ اس بے خبری میں اس کا ہاتھ اپنی ڈاڑھی تک گیا یہ جھبری ڈاڑھی معاً اس کا سارا خواب منتشر ہو گیا اور حقیقت

اُس کے سامنے آگئی۔ دروازہ کھول کر وہ ٹوٹی ہوئی اور سوکھی
شاخوں کو کچلتا ہوا درختوں کے اندر چلا گیا۔ باغیچہ کے اس کنارے
کنارے پر سیب کا بڑا درخت بدستور اپنی جگہ پر کھڑا تھا
بغیر کسی قسم کے تغیر کے! اگر دو چار ٹوٹی ہوئی شاخیں، اور کچھ سوکھے
پتے وہاں پر پڑے ہوتے تو بلاشبہ یہ معلوم ہوتا کہ گویا وہ کل رات ہی
اس باغیچہ میں آچکا ہے! جب اس نے سیب کے شگوفوں
کے سایہ میں میگن کو سینہ سے لگایا تھا! موسم بہار کا اب
آغاز تھا۔ سیب کے درخت پر چند شگوفے نمودار ہو چکے تھے، پرندے اسی
طرح چہچہا رہے تھے جس طرح وہ ۲۶ برس پہلے چہچہایا کرتے تھے،
روشنی کی روشنی گرم اور صاف تھی ہر چیز وہی ندی
اس میں نہانے کا پوکھر جس میں وہ ہر صبح کو غوطے لگایا کرتا تھا،
درختوں کا جھنڈ، بھوت کا مسکن اُس وقت اس کے
دل میں اپنی گذری ہوئی جوانی کا خیال آکر درد کی ایک کسک
پیدا ہوئی۔ مٹی ہوئی محبت اور اس کی شیرینی کو پھر ایک دفعہ حاصل
کرنے کی تمنا نے عود کیا اس شدت کے ساتھ کہ گویا کسی
شکاری جانور نے اس کے گلے کو اپنے دانتوں سے پکڑ لیا ہے اُس
اُس کے دل نے کہا "اس زمین پر، اس زمین کے حسن کی کثرت

میں یقیناً ہر انسان کی زندگی کا منشا یہی ہے کہ وہ ایک کیف بے اختیار کو اپنے سینہ سے لگائے رکھے جب کہ زمین اور آسمان سے سینہ سے بھی وہی کیف عشق و حسن پیوستہ ہے یہ رب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں!!

وہ ندی کے کنارے پر جا کر کھڑا ہوا، اُس نے پوکھر کے شفاف پانی میں جھانکا، جوانی اور بہار اندھا جانے ان سب کو کیا ہو گیا؛ کہاں چلے گئے؛ اِس خیال سے کہ ایسا نہ ہو یہاں کوئی آجائے اور اُس کی دنیائے خیال میں مخل ہو کر عہد گزشتہ کے ان نقوش کو مٹا ڈالے۔ وہ گلی میں ٹہلتا ہوا، پھر چوراہے کی طرف آگیا،

اس کی موٹر وہیں کھڑی تھی، موٹر کے قریب ایک بوڑھا آدمی لکڑی کا سہارا لیئے کھڑا تھا، وہ اس کے ڈرائیور سے باتیں کر رہا تھا

اشرلیش بڈھے کی طرف مخاطب ہوا اور اس مٹی کے ڈھیر کی طرف اشارہ کر کے سوال کیا۔

"کیوں بڑے میاں! یہ کیا ہے؟"

بوڑھا آدمی جھجکا، اُس کے چہرہ پر فکر و تردد کے آثار پیدا ہوئے، پھر اُس نے کہا:

آپ نے یہ سوال ایسے آدمی سے کیا ہے جناب! جو آپ کو

سب سے زیادہ صحیح جواب دے سکتا ہے۔

مٹی کا یہ ڈھیر ایک قبر ہے۔ جناب!

"مگر یہاں چوراہے پر کیوں ہے؟"

بوڑھا مسکرایا!

یہ ایک طویل قصہ ہے، بہت سے اس قصہ کو مجھ سے سن گئے ہیں، یہ "دوشیزہ کی قبر کہلاتی" ہے"

اشٹرلٹس نے اپنی تماکو کی تھیلی بڈھے کے سامنے پیش کی: لو اپنا پایپ بھرلو۔" بڈھے نے سلام کر کے تھوڑا سا تما کو اپنے پایپ میں رکھ لیا۔ اُس کی آنکھیں جو چہرہ کی جھریوں اور جھبرے بالوں کے اندر، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اوپر کو چڑھی جاتی ہے۔ اب بھی خاص تیز اور چمکدار معلوم ہوتی تھیں۔

اگر آپ معاف کریں تو میں بیٹھ جاؤں، میری ٹانگ آج کسی قدر درد کر رہی ہے" یہ کہہ کر بوڑھا اسی ڈھیر کے پاس بیٹھ گیا۔

اس قبر پر ہمیشہ پھول پڑے رہتے ہیں، اور کچھ ایسی تنہا اور ویران بھی نہیں رہتی۔ اب تو اس سڑک پر بہت لوگ موٹروں میں گذرتے رہتے ہیں کیا کیا نئی چیزیں اس زمانہ میں ایجاد ہوئی ہیں۔ خیر تو مرنے والی اب بھی تنہا نہیں رہی۔ غریب، غم زدہ، روح اس،

نے خودکشی کر لی تھی"۔

"اچھا میں سمجھا، اسی لئے اس کو چوراہے پر دفن کیا گیا، تو یہ رواج اس طرف اب تک باقی ہے، خودکشی کرنے والے کو قبرستان میں دفن نہیں کرتے" "ہاں صاحب ابڑا زمانہ گذر گیا۔ اُس زمانہ میں ہمارے یہاں کا پادری بڑا خدا ترس تھا، بیچارہ، یوں دیکھئے کہ اُس وقت مجھے پنشن لئے ہوئے ۲ برس گذر گئے تھے، اور میری عمر ٹھیک پچاس سال کی تھی، جب یہ غریب چھوکری مری، مجھ سے زیادہ اُس کے حال کی کسی کو خبر نہیں، اسی سامنے والے مکان ہی میں تو رہا کرتی تھی۔ میں وہاں مسٹر نار اگو مرب کا ملازم تھا۔ انہی کے کھیتوں پر کام کیا کرتا تھا۔ اب تو تک نار اگو مرب اس کا مالک ہے۔ اب بھی کبھی کبھی اس کا کام کرتا ہوں"۔ اشرلش نے جو اس وقت دروازہ کا سہارا لئے کھڑا تھا اور اپنا پائپ روشن کر رہا تھا اپنے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو جن سے ہوا روک کر اس نے دیا سلائی روشن کی تھی۔ پائپ روشن ہو جانے کے بعد بھی بہت دیر تک اپنے منہ کے سامنے رکھا۔

جی ہاں! اس نے کہا، لیکن خود اُس کے کانوں میں اپنی آواز بھرائی ہوئی اور عجیب معلوم ہوئی۔

سینکڑوں میں ایک تھی، غریب، مظلوم لڑکی! ہیں، تو جب ادھر آتا ہوں ایک پھول اس کی قبر پر رکھ جاتا ہوں۔ حسین اور کیسی نیک اور بھولی، مگر لوگوں نے نہ اُس کو قبرستان میں دفن ہونے دیا نہ اُس جگہ جہاں وہ دفن ہونا چاہتی تھی۔"

بوڑھا، کہتے کہتے رکا، اس نے اپنا سوکھا ہوا ہاتھ قبر پر رکھ دیا۔ "پھر کہئیے" اسٹرکٹس نے کہا۔

"یوں سمجھئیے، کہ اصل معاملہ تو محبت کا معاملہ تھا میں تو یہی سمجھتا ہوں۔ مگر کسی کو اصل حال تو معلوم ہی نہ ہو سکا۔ مشکل ہے، کسی چھوکری کے دل کی بات معلوم کرنی۔ مگر میرا گمان تو یہی ہے محبت کا معاملہ تھا!" اُس نے قبر پر محبت کے ساتھ ہاتھ پھیرا مجھے اُس چھوکری سے بہت محبت تھی، اور ایسا تو کوئی بھی نہ تھا جو اس سے مانوس نہ ہو اُس کا دل محبت کا بندہ تھا یہی تو غریب کی اصلی مصیبت تھی!"

اسٹرکٹس کی ڈاڑھی کے گھنے بالوں کی آڑ میں اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے، اس نے کہا

"جی ہاں، پھر کیا ہوا"

بہار کا ایسا ہی زمانہ تھا جیسا آجکل، یا شاید کچھ بعد، اور ایک

کالج کا نوجوان طالب علم ہمارے یہاں ٹھہرا ہوا تھا
اچھا لڑکا تھا، ذرا خوددار ضرورت سے زیادہ معلوم ہوتا تھا، مجھے
وہ لڑکا بہت پسند تھا، ان دونوں کے درمیان کسی قسم کے تعلق
کا تو پتہ چلا نہیں۔ مگر ممکن ہے اسی نوجوان کی طرف لڑکی مائل ہو گئی ہو
"بوڑھے نے پائپ منہ سے نکال کر زمین پر تھوکا
پھر کہنے لگا:۔

ایک دن وہ لڑکا دفعتاً چلا گیا اور پھر کبھی واپس نہ آیا
اُس کا ایک تھیلا اور کچھ معمولی سا مان تو آج تک اس گھر میں
رکھا ہوا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بے وقوف نے آج
تک اپنا سامان کیوں نہ منگایا۔ اس کا نام الیشر یا کچھ ایسا ہی تھا

جی" پھر!"

بوڑھے نے اپنے ہونٹوں کو ذرا تر کیا،

لڑکی نے بھی کچھ نہ کہا، مگر اُس دن سے وہ کچھ دیوانی سی ہو
گئی، کچھ بھولی، بھولی۔ غیر حاضر سی، میں نے تو اپنی زندگی میں کسی
آدمی میں ایسا تغیر ہوتے نہیں دیکھا۔ جیسا اس لڑکی میں ہوا
بالکل بدل گئی، کچھ سے کچھ ہو گئی، اُس مکان میں ایک
اور لڑکا بھی تھا۔ جو بدا فورڈ اس کا نام تھا۔ وہ اس لڑکی کو بہت چاہتا

تھا، اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہت اُس کے سر رہا کرتا تھا، مگر چھوکری تو بالکل ہی وحشی سی ہو گئی تھی، کبھی کبھی شام کو جب میں گائیں لے کر واپس آیا کرتا تھا، تو اکثر اس کو باغیچہ میں بیدب کے بڑے درخت کے نیچے کھڑے ہوئے، سامنے کی طرف تکتے ہوئے پاتا تھا۔ اُس وقت میں ہمیشہ سوچا کرتا تھا خدا جانے اسے کیا ہو گیا؟ اس کا حال کیوں خراب ہے؟"

بوڑھے نے پھر اپنے پائپ کو روشن کیا:

"ہاں! پھر؟"

اشرلش نے سوال کیا:

مجھے یاد ہے کہ ایک دن میں نے اس سے کہا: کیا ہوا ہے میگن؟ اس کا نام میگن ڈیوڈ تھا تم کس فکر میں مبتلا ہو؟ تمہارے دل میں کیسا کانٹا کھٹک رہا ہے؟ نہیں تو جم وہ کہنے لگی کچھ بھی نہیں مجھے کچھ فکر نہیں۔ میں نے کہا یہ غلط ہے تم ضرور کسی فکر میں ہو نہیں تو اس نے کہا اور دو موٹے موٹے آنسو اسکی آنکھوں سے نکل کر رخساروں پر بہ نکلے تم تو رونے لگیں میگن میں نے کہا یہ کیا بات ہے اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا میرے یہاں درد ہوتا ہے مگر کچھ ایسی بات نہیں جاتی

رہیگی تکلیف، اور اگر مجھے کچھ ہوجائے، میں مرجاؤں تو جم اُس نے کہا یاد رکھیو، مجھے اس سیب کے درخت کے نیچے دفن کرادینا! — میں ہنسا کیا فضول باتیں کر رہی ہو، تمہیں کچھ بھی نہ ہوگا، کیسی بیوقوفی کی باتیں کرتی ہو — میں نے کہا — نہیں تو، میں بیوقوفی کی بات تو نہیں کر رہی — اُس نے کہا — خیر مختصر یہ کہ میں تو سمجھتا تھا کہ محبت کی حالت میں چھوکریاں ایسی باتیں کیا ہی کرتی ہیں، پھر کچھ دنوں میں ٹھیک ہوجاتی ہیں، بھول جاتی ہیں — مگر دو دن کے بعد ایک شام کو ۶ بجے کے قریب میں گائیں لے کر واپس آرہا تھا، تو میں نے ندی میں کوئی چیز کالی کالی دیکھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ تو کوئی جانور ہے مگر یہاں کیسے آیا — میں نے آگے جاکر دیکھا — "بوڑھا خاموش ہوگیا، اُس کی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھ گئیں — وہی تکلیف اور مصیبت کی ایک جھلک اُس کی آنکھوں میں تھی!

قریب جاکر جو دیکھا تو میگن تھی۔ اُس پوکھر میں جہاں ایک دو دفعہ میں نے اُس نوجوان کو نہاتے دیکھا تھا۔ وہ پانی میں الٹی پڑی ہوئی تھی اُس کا چہرہ پانی کے اندر تھا! "اُس کے سر کے پاس ہی پتھر کی جڑ میں ایک چھوٹا سا درخت لگا ہوا۔ جس کی ٹہنی پر ایک نیلا

پھول کھل جا رہا تھا وہ پھول میگین کے سر کی طرف جھکا ہوا تھا
اور اُس کا چہرہ، میں کیا بتاؤں اس وقت کیسا خوبصورت
اور بھولا تھا جیسے ایک معصوم بچے کا بس کہہ نہیں سکتا! جب
ڈاکٹر نے آ کر اس کو دیکھا تو اس نے کہا اس ذرا سے پانی میں ڈوبنا تو ممکن
نہیں تاوقتیکہ وہ بیہوش ہو کر نہ گر گئی ہو اُس کے چہرہ سے معلوم
ہوتا تھا کہ یہی ہوا وہ بیہوش ہو کر پانی میں گری کتنا
رویا ہوں، کتنا رویا ہوں میں اُس کے لئے مرنے کے بعد
کیسا حسین تھا اُس کا چہرہ کیسا حسین تھا! جون کا مہینہ تھا مگر
کہیں سے ایک سیب کا پھول چُن کر اس نے اپنے بالوں میں لگا لیا تھا وہ
اُس کے بالوں میں الجھا ہوا، جب ہی تو میں سمجھتا ہوں کہ دفعتاً اس پر
دورہ پڑا، وہ مرنے کا ارادہ کر کے نہیں گئی تھی، ورنہ اتنی خوش ہوتی
کہ بالوں میں پھول لگا کر جاتی؟ پانی تو ایک فوٹ گہرا بھی نہ تھا
مگر ایک اور بات کہوں آپ سے اس جگہ کے قریب
بھوت رہتے ہیں مجھے معلوم ہے وہ بھی جانتی تھی! اور
کوئی کچھ ہی کہے مجھے تو یقین ہے، بھوت ضرور ہیں! میں نے
لوگوں سے کہا کہ میگین سیب کے درخت کے نیچے دفن ہونا چاہتی تھی مگر
کسی نے نہ مانا اس سے تو ان کو اور بھی یقین ہو گیا کہ اُس

نے خود کی ہوگی — بس پھر اُس کو اس جگہ لا کر دفن کر دیا، اُس زمانہ میں ہمارا جو پادری تھا وہ بھی ان باتوں کا بہت خیال کرتا تھا پھر بڈھے نے قبر پر پیار سے ہاتھ پھیرا

چھوکریاں محبت میں کیا کچھ کر گذرتی ہیں عجیب اُس کا دل محبت کا بندہ تھا بندہ تھا میں تو سمجھتا ہوں، اُس کا دل کسی وجہ سے لوٹ گیا مگر ہم میں سے کسی کو اصل بات کا کبھی پتہ نہ چلا "بڈھے کی زبان رُک گئی! اس نے اشٹرلٹس کی طرف دیکھا، گویا داد اور شکریہ چاہتا ہے۔ لیکن اشٹرلٹس وہاں کہاں! وہ تو اس طرح گذر گیا کہ گویا بڈھے کا وجود ہی نہ تھا! اشٹرلٹس بے خبر تھا پہاڑی کے اوپر، اس جگہ سے دور جہاں اُس نے دوپہر کا کھانا رکھا تھا نظروں سے پوشیدہ وہ زمین پر منہ رکھے آنکھیں بند کیے پڑا تھا ——

اس طرح میری نیکی کا انعام مجھے ملا! یوں لیا انتقام! محبت کی دیوی نے اُس کی آنکھوں پر آنسوؤں کا پردہ پڑا ہوا تھا، اُس پردہ پر اُس نے میگن کے چہرہ کا عکس دیکھا سیب کا پھول اُس کے سیاہ بالوں میں لگا ہوا! ——

"میری غلطی کیا تھی؟ میرا گناہ کیا تھا؟ کیا تھا؟ ——

کیا تھا؟ اس سوال کا کوئی جواب اُس کے پاس نہ تھا! ——
—— بہار کا موسم! خون کی گرمی! جذبات کا طوفان! پھول اور موسیقی —— دونوں دلوں میں رنگ بہار —— اُس کے اور میگین کے ——! اسی حالت میں محبت اپنا شکار ڈھونڈھتی ہے!! یہ نہیں تو کیا؟ ——

دیوانگی وہ دل کی! دیوانہ محبت!

یونانی شاعر نے خوب لکھا تھا:

"محبت والا دل دیوانہ ہے! اور محبت کے پر سنہری ہیں!
"اور جب محبت بہار پر آتی ہے ——
"تو سب اُسکے جادو کے اشاروں پر جھک جاتے ہیں!"
"زندگی کی ہر چیز جو جوان اور آزاد ہے
"بہاروں میں، موجوں میں، اور ندیوں میں اور
ہر چیز جو زمین سے پیدا ہوتی ہے یا سنہری دھوپ میں سانس لیتی ہے؛
"حتیٰ کہ انسان ——"

"ان سب کے سر پر وہ تخت شاہی —— جو بچھایا جاتا ہے ——
"تیرا ہے! صرف تیرا ہی ہے، صرف تیرے ہی لئے ہے، میری سایپرنا!"
یونانی سچی بات کہہ گیا! ——

میگن، غریب معصوم میگن! وہ جو پہاڑیوں کی طرف سے آرہی تھی، وہ جو سیب کے درخت کے نیچے انتظار کر رہی تھی! میگن! جس کے چہرہ پر ——— مرنے کے بعد بھی ——— حُسن کا نقش باقی تھا!!

کسی نے پکارا "لو اب دیکھو، دیکھو تو"

اشرلٹس اٹھا، اٹھ کر اُس نے اپنی بیوی کے ہاتھ سے اُس کی بنائی ہوئی تصویر لے کر دیکھی۔

"سطحِ نظر ٹھیک ہے نا؟ فرینک؟"

"ہاں!"

"مگر ابھی کسی چیز کی کمی ہے نا؟ ہے نا؟"

اشرلٹس نے سر ہلا دیا ——— وہ بول نہ سکا!

"کمی؟ کمی تو ہے؟ ——— سیب کا درخت، گیت، اور محبت کی ضیا!!"

# ملک کے چیدہ اہل قلم کے دلچسپ افسانے

| | | |
|---|---|---|
| مطلوب حسینان | قیمت | ۸ر |
| عروج زندگی | " | عہ ر |
| غزال | " | ۱۰ر |
| محبوبہ خداوند | " | ۱۲ر |
| حکایات واقتباسات | " | ۸/ر |
| نظام حیات | قیمت | ۸ر |
| سیر گل | " | ۸/ر |
| پتھر سے ہیرا | " | ۸ر |
| درس عبرت | " | ۸/عہ ر |
| پریم بیتی حصہ اول | " | ۱/ر |
| ثالث بالخیر | " | ۸/ر |
| نجات از منشی پریم چند | | عہ ر |

| | | |
|---|---|---|
| درس معاشرت | قیمت | ۸ر |
| حسن کی قیمت | " | ۱۲/عہ ر |
| دلگداز افسانے | " | عہ ر |
| خیالستان | " | ۸/ر |
| فسانہ جوش | " | عہ ر |
| چور اور گرہ کٹ | " | ۳ر |
| شباب کی سرگذشت | " | عہ ر |
| کو لنار | " | ۱عا |
| شب زندگی | " | عسہ ر |
| پریم بیتی حصہ دوم | " | ۱۲/عہ ر |
| نگارستان | " | ۱عا |

ملنے کا پتہ:-

**مینیجر نیرنگ خیال بکڈپو شاہی محلہ لاہور**